جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

جلد ۲۵
شمارہ ۶

محرم ۱۴۴۱ھ
ستمبر ۲۰۱۹ء

زر تعاون

فی شمارہ ——— ۱۵/روپے
سالانہ زرتعاون ——— ۱۵۰روپے
بیرون ملک سالانہ ——— ۲۵ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE
SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA
Ph: 0132-2655542
Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

نوائے سحر

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی کی رحلت

ایک عہد کا خاتمہ

تعلیم، تبلیغ اور تزکیہ : یہ تین امور بقائے دین، اشاعت اسلام اور اصلاح امت کے لئے ضروری ہیں، محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری حیات مبارکہ انھیں تینوں کاموں کے لئے وقف تھی، نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان تینوں امور کی مکمل پاسداری کے لئے خانقاہی نظام امت میں قائم کئے گئے۔

ہمارے اس زمانے میں پیر طریقت، برکۃ العصر حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنی کے خلف ارشد، خانقاہ خلیلیہ سہارنپور کے روح رواں، قلندر صفت، مردِ خدا شناش حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی کی با برکت ذات انھیں تینوں امور کی جامع شخصیت تھے جو ایک طویل علالت کے بعد عیدالاضحیٰ ۱۴۴۰ھ مطابق ۱۲/ اگست ۲۰۱۹ء بروز پیر پونے تین بجے دوپہر اپنے مالک حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون

سرزمین ہندوستان میں تصوف وسلوک اور احسان ومعرفت کی جو بزم آرائی رہی ہے، یقیناً اس بزم عرفانی سے بہت سارے گم گشتگانِ راہ کو راہ یابی ملی، حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی اسی میکدۂ علم وعرفان کے ساقی تھے اور آپ کی ذاتِ والا صفات سے خلقِ خدا کی بہت بڑی جماعت فیضیاب ہوئی۔

آپ کے والد محترم حضرت شیخ محمد زکریا نور اللہ مرقدہ کی ذات چونکہ اس وقت کے علما و مشائخ کے لئے مرجع تھی اور علما و اتقیا کی کچے گھر میں خوب آمد رہا کرتی تھی اس لئے ان بزرگان دین سے بچپن ہی سے استفادہ کا خوب موقع ملا، حضرت مولانا مفتی سعید احمد اجراڑوی، شیخ الاسلام

حضرت مدنی، مولانا محمد یوسف، مفتی محمود گنگوہی جیسے اکابر کی خدمت میں آپ کا بچپن گذرا ہے۔

جامعہ مظاہر علوم اور حضرت پیر صاحب

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی نوراللہ مرقدہ کی ذاتِ گرامی اور مظاہر علوم سہارنپور تاریخ کا مستقل عنوان ہے، مظاہر علوم سہارنپور کی تاریخ حضرت شیخؒ کے بغیر نامکمل سمجھی جائے گی، حضرت پیر صاحبؒ کا بچپن اور پھر جوانی ایسے ماحول میں گزری ہے جب کہ مظاہر علوم کے ہر طرح کے معاملات و مسائل حضرت شیخ کی مجلس میں بار بار آتے تھے اور حضرت پیر صاحب ان کے عینی شاہد، یہی وجہ ہے کہ مظاہر علوم سے انس و محبت اور اس عظیم ادارہ سے فدائیت اور جاں سپاری کی حد تک آپ کو تعلق خاطر رہا ہے ،اسی تعلق کی بناء پر آپ کو ۲۰ /شوال سنہ ۱۴۰۲ھ، مطابق ۱۰ / اگست ۱۹۸۲ء مظاہر علوم کی مجلس شوریٰ کا رکن بنایا گیا اور ۱۲/ جمادی الثانیہ ۱۴۰۵ھ مطابق ۵/ مارچ ۱۹۸۵ء کی مجلس شوریٰ میں آپ کو اس ادارہ کا سکریٹری منتخب کرلیا گیا ،آپ اس عہدۂ جلیلہ پر ۶/ شوال ۱۴۱۳ھ مطابق ۳۰/ مارچ ۱۹۹۳ء تک فائز رہے، اس کے بعد آپ کو مجلس شوری کے ارکان نے مجلس کا صدر منتخب کیا اور تاحیات آپ اس کے صدر رہے۔

قیام مکاتب کے سلسلہ میں آپ کی مساعی جمیلہ

مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ چونکہ جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے بڑے ہی مضبوط رکن شوریٰ اور سرپرست رہے اس لئے قیام مکاتب کی ضرورت کو بڑے زوردار انداز میں مجلس شوری کے اجلاس میں رکھا، چنانچہ محرم ۱۴۱۵ھ کے اجلاس شوری میں باقاعدہ قیام مکاتب کی تجویز ارباب مجلس شوری نے منظور کی اور اس کے لئے اس وقت باقاعدہ ۳/ لاکھ روپئے کا بجٹ مختص کیا گیا، جو بڑھتے بڑھتے اب چالیس لاکھ تک پہونچ چکا ہے اور اس تجویز کے تحت ہریانہ، ہماچل، پنجاب میں ستر سے زائد مکاتب اب تک قائم ہو چکے ہیں، اسی طرح دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوری میں بھی آپ نے قیام مکاتب کی تجویز منظور کرائی۔

اس سلسلہ کی آپ کی مساعی اور کوششوں کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ نے اس وقت بعض اہم مدارس کے ذمہ داران کے نام اس سلسلے کے مکتوب ارسال فرمائے اور اس خط کی اہمیت کے پیش نظر آپ نے اس کو اپنے کتب خانہ سے پمفلٹ کی شکل میں طبع کرایا اور کثیر تعداد میں ان کو نشر کیا، یہاں اس مکتوب کا ایک حصہ پیش کیا جاتا ہے:

''عرصہ سے اس کی ضرورت محسوس ہورہی ہے کہ بڑے مدرسہ والے مختلف علاقوں میں، دیہاتوں میں اور شہروں میں جگہ جگہ مکاتب قائم کرکے بچوں کو اپنائیں، تاکہ بچے واہی تباہی پھرنے سے اور اسکولوں کی وباء سے خاص طور پر مشن کے اسکولوں سے محفوظ رہیں۔ کم عمری میں بچوں کو اپنا کر گھر کے قرب وجوار میں ان کا قاعدہ اور سیپارہ شروع کراکر بتایا جائے اور پھر ذرا بڑے ہونے پر اس سے آگے، اس سے بڑے مدرسہ میں منتقل کیا جائے اس سے بچہ بددینوں اور مشن کے اسکولوں سے محفوظ رہے گا اور خود غلط کھیلوں اور غلط ماحول سے بھی محفوظ رہے گا۔ مجھے سفروں میں اور خود سہارنپور میں بعض بچوں سے معلوم ہوا کہ وہ غیروں کے اسکولوں میں جاتے ہیں ان کے مسلمان ہونے کے باوجود ان سے وندے ماترم کرایا جاتا ہے اور بعض مشن کے اسکولوں میں ان کو مذہبی طور سے خراب کیا جاتا ہے اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کی مکاتب قائم کرنے کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرمائے اور اس میں ترقی عطا فرمائے۔ آپ حضرات اس سلسلہ کو وسیع فرمائیں اور اپنے مدات چندہ میں مکاتب قائم کرنے کے مد کو قائم کرکے اس نسبت پر چندہ لیں''۔

اسی سلسلہ کا آپ کا دوسرا مکتوب بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے:

مکرمان ومحترمان وبہی خواہان مدارس ومکاتب ومشائخ سلسلہ حضرت تھانوی وحضرت مدنی وحضرت شاہ عبدالقادر وحضرت شیخ نوراللہ مراقدہم اور ان کے خلفاء اور ان کے خلفاء کے خلفاء وممبرانِ دارالعلوم دیوبند وسرپرستان مدرسہ مظاہر علوم ومہتممان مدرسہ ونظماء مدارس۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بندہ باعافیت ہے امید ہے کہ آپ باعافیت ہوں گے۔ مدارس ومکاتب کے عملہ کے سدھار کی بھی ضرورت ہے اور طلباء کے بھی اور علاقہ کے مسلمانوں کے گھرانوں کے سدھار کی بھی ضرورت ہے کسانوں مصالحہ والوں اور کپڑوں والوں کی خصوصاً عمومی تاجروں کی عموماً سدھار

کی ضرورت ہے آج کا کسان اور تاجر زکوۃ روک رہا ہے اور سود لے کر کھیتی اور گنا تیار کر رہا ہے تبلیغ والے خانقاہ والے سب وہی سود والا غلہ اور سود والی شکر کھاتے ہیں ان تاجروں کو سمجھا کر زکوۃ کا اہتمام کرائیں سود سے بچنے کی تاکید کریں سرکار نئی نئی تدبیروں سے سود بانٹ رہی ہے ان کو معلوم ہے مسلمانوں کے کاروبار میں سود لگوا دو تو اسکا بھٹہ بیٹھ جائے گا اور اپنا فائدہ ہوجائے گا میں اوپر کے حضرات کے توسط سے سبھی امت سے درخواست کرتا ہوں کہ زکوۃ دے کر مال کو پاک کرے اور سود سے بچ کر کاروبار چاہے کھیتی ہو چاہے گنا ہو مصالحہ کا کاروبار ہو تمام حلال طریقہ پر مہیا ہو ہماری دعاؤں میں جان پڑے اور ظالموں اور جابروں سے نجات حاصل ہو۔ مدرسوں میں اس کی شایان شان عملہ نہیں وہاں بھی سدھار لانے کی ضرورت ہے۔ داڑھی کٹی ہوئی انگریزی لباس انگریزی بال ایسا عملہ مدرسہ کے شایان شان نہیں داخلہ کے وقت طلباء کی بہت چھان بین ہوتی ہے وضع قطع بھی دیکھی جاتی ہے لباس پر بھی نظر ہوتی ہے اور داخلہ کے بعد کوئی نگرانی نہیں۔ وضع قطع بھی بگڑ جاتی ہے انگریزی بال ہوتے ہیں داڑھی متاثر ہوجاتی ہے ٹخنے بھی ڈھکے ہوئے ہوتے ہیں اوپر والے حضرات سے درخواست کرتا ہوں سبھی حضرات اپنے مدرسوں پر کڑی نظر رکھیں تا کہ طلباء صحیح تیار ہو کر صحیح عالم بن کر امت کا مقتدا بن سکیں اور طلباء میں دروازہ بند ہوجانے کے بعد نگراں کے جانے کے بعد غلط کتابوں کا مطالعہ ہوتا ہے جو ان کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے اور اس وقت نگراں کا وقت بھی نہیں ہوتا نظماء کا بھی آرام کا وقت ہوتا ہے اس کا کوئی حل کرنا چاہئے، تبلیغ ہو تعلیم ہو تذکیر ہو ہر وقت نگراں نہیں ہوگا ہم سب خود اپنے اوقات کو ضائع کرنسے بچائیں اور اللہ تعالیٰ مجھے اور احباب و اکابر کو بھی اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ماہنامہ دارالعلوم،، جمادی الاول جمادی الثانی ۱۴۳۱ھ مطابق مئی ۲۰۱۰ء

مہمان نوازی

حضرت شیخ مولانا محمد زکریا نوراللہ مرقدہ کی فیاضی اور ان کے دسترخوان کی وسعت بڑی مثالی تھی، حضرت پیر صاحب کے یہاں بھی اس کا بڑا اہتمام اور التزام ہوا کرتا تھا کہ کوئی بھی مہمان چاہے وہ خاص ہو یا عام، جماعت ہو یا فرد بغیر کھانا کھائے نہ جائے، اور اس کے لئے مستقل خدام کو ہدایت دیتے رہتے تھے کہ مہمانوں کی خاطر تواضع میں کوئی کمی باقی نہ رہے، اگر

مہمانوں کی خدمت میں کسی خادم سے کسی طرح کی ادنی سی بھی کوتاہی محسوس کرتے تو اس کی سرزنش فرماتے۔

غیر اسلامی وضع قطع سے تنفر

پوری دنیا جہان سے لوگ آپ سے ملاقات کے لئے اور دعاو زیارت کے لئے آتے تھے، ان میں ہر طرح کے افراد ہوتے تھے، اگر کسی کا لباس غیر اسلامی دیکھتے، یا وضع قطع غیر شرعی دیکھتے تو برملا اس سے اظہار ناراضگی فرماتے، اور اگر کوئی ڈاڑھی منڈھا یا مقطوع اللحیہ ملاقات کے لئے بڑھ جاتا تو بہت ناراض ہوتے اور بعض مرتبہ اتباع سنت کی دعوت کے جذبہ سے اتنی سخت سرزنش کرتے کہ سامنے والا توبہ ہی کرلیتا۔

آپ کی خانقاہ خلیلیہ میں وقت کے جلیل القدر علما و مشائخ کی کثرت سے آمد رہتی اور کچا گھر علم اور علما کی ایک بہار پیش کرتا تھا۔

تبلیغی جماعت سے انس و تعلق

جماعت تبلیغ جیسے کارِ خیر کی نشو ونما چونکہ حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ کے چچا جان مولانا محمد الیاس کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کی مبارک کوششوں اور جدو جہد سے ہوئی، اور خود حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ تا حیات اس کے سرپرست رہے، ان کی نگرانی، مشورے اور ہدایات سے اس جماعت کے کام کو بڑی تقویت ملی اس لئے اس جماعت اور اس کے کام سے ایک طرح کا انس اور تعلق خاطر مولانا محمد طلحہ صاحب کو تھا، چنانچہ دعوت و تبلیغ کی سرگرمیوں پر نظر رکھنا، آنے والی جماعتوں سے ان کی کارگذاری سننا، ان کے لئے نظام مرتب کرنا یہ سب امور آپ بڑی دلچسپی سے فرماتے، جماعتی احباب کی دعوتیں کرنا، ان کی ضیافت کا بہتر سے بہتر نظم کرنا یہ سب آپ کے معمولات کا ایک حصہ تھا۔

مختصر یہ کہ حضرت پیر صاحب ان گنت اوصاف سے متصف اور گونا گوں خصوصیات کے حامل قلندر صفت، مادر زاد ولی اور مرد حق گو بزرگ تھے، سادگی، تواضع، انکساری اور ملنساری کا مجسمہ تھے، اپنے والد مرحوم قطب الاقطاب، برکۃ العصر، مرجع خلائق اور تمام اکابر و مشائخ کے

محبوب ومخصوص کے اکلوتے صاحبزادہ ہونے کے باوجود آپ کی وضع قطع، رہن سہن، لباس و پوشاک، گفتار وکردار سے اپنی صاحبزادگیت کا کوئی تصور وشائبہ بھی کسی کو محسوس نہیں ہوتا تھا۔

آپ اسلاف امت کا نمونہ اور روایات اکابر کے پاسبان تھے، افسوس کہ جامعہ مظاہر علوم بلکہ پوری ملت اسلامیہ ایک درویش صفت، بڑی نسبتوں کے حامل، قابل قدر شخصیت اور روحانی سرپرست سے محروم ہوگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللھم لاتحرمنا أجرہ ولاتفتنا بعدہ۔

تعزیتی وفود، خراج عقیدت اور سوانحی حالات پر مشتمل مختلف مضامین وتحریرات اور تعزیتی خطوط کا سلسلہ برابر جاری ہے، ہمارے ماہنامہ مظاہر علوم کا معمول ابھی تک مستقل نمبر شائع کرنے کا نہیں ہے، بعض صفحات مخصوص کر لئے جاتے ہیں اور مختصر اہم مضامین شریک اشاعت کئے جاتے ہیں، اس موقع پر بھی مولانا مفتی عبداللہ معروفی استاذ دارالعلوم دیوبند کا مضمون مختصر اور جامع معلوم ہوا، ولادت سے وفات تک اہم اہم حالات اس میں آگئے ہیں، اس لئے اسی کی اشاعت پر اکتفا کیا جاتا ہے، تعزیتی خطوط میں دارالعلوم دیوبند اور ندوۃ العلماء لکھنؤ سے آنے والے خطوط شریک اشاعت ہیں۔ تمام قارئین سے دعاء مغفرت اور ایصال ثواب کی خصوصی درخواست ہے۔

قطعۂ تاریخ

جانشین شیخ: طلحہ متقی		سادگی سے پُر تھی جن کی زندگی
ان کی رحلت سے بہت محزون ہے		ان کا مسترشد یہ خالد سورتی
قطعہ تاریخ رحلت کے لیے		ہاتف غیبی نے یہ آواز دی
"جا" ملا کر پڑھ دے ان کی شان میں		تیسویں پارے کی آیت فادخلی

فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ   جا

۲۰۱۵ + ۴ = ۲۰۱۹

مرسلہ: محترم الحاج محمد خالد منیار۔ سورت (گجرات)

درسِ قرآن

نیک لوگوں کا احترام ضروری ہے

مولانا محمد ساجد حسن سہارنپوری استاذ حدیث وتفسیر جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظَّالِمِيْنَ، وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِيَقُوْلُوْا اَهٰؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشَّاكِرِيْنَ۔

اوران لوگوں کومت نکالیے جوصبح وشام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں اوراس کی رضا چاہتے ہیں، ان کا حساب ذرا بھی آپ سے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان سے متعلق نہیں، اگر آپ ان لوگوں کو نکال دیں تو آپ نا مناسب کام کرنے والوں میں سے ہوجائیں گے۔اوراسی طرح ہم نے آزمایا ہے ایک کوایک سے تا کہ کہیں، کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا،ہم سب میں سے کیا اللہ کومعلوم نہیں حق ماننے والے؟ (معارف القرآن ۲؍۴۶۷)

شانِ نزول: آیات شریفہ اقرع بن حابس التیمی، عتبہ بن حصن الفزاری، عباس بن مرداس اور قریش کے مغرور ومتکبر سرداروں کے بارے میں نازل ہوئیں جب انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پیغام بھیجا کہ آپ کی مجلس میں ہمیشہ غرباء وفقراء غلام اورکم درجہ کے لوگ بلال، عمار، صہیب ومقداد جیسے رہتے ہیں، ہمارا دل چاہتا ہے کہ آپ کے پاس بیٹھیں اور آپ کی باتیں سنیں، (لَجَالَسْنَاکَ وَاَخَذْنَا عَنْکَ — صاوی ۲؍۱۸) مگر ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنا ہمارے لیے عیب وعار ہے کیوں کہ یہ فقیر ورذیل اور ہم اشراف قریش ہیں (فَنَسْتَحْيِيْ اَنْ تَرَانَا مَعَ هٰؤُلَاءِ الْاَعْبُد) اس لیے آپ ان کو اپنے پاس آنے کومنع کردیجئے،

یا جب ہم آیا کریں تو آپ ان کو اٹھا دیا کریں۔(فَاِذَا نَحْنُ جِئْنَاکَ فَاَقِمْهُمْ عَنَّا وَلَوْ طَرَدْتَ هٰؤُلَاءِ لَا تَبِعْنَاکَ ۔جمل ۲ / ۳۳) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی درخواست پیش کی، یارسول اللہ سرداران قریش کی یہ درخواست امتحاناً منظور فرمالی جائے شاید اس بہانے سے ہی یہ لوگ اسلام قبول کرلیں، (اوراس سے درویشان اسلام کی بھی دل شکنی نہیں ہوگی کیونکہ وہ بھی یہی چاہتے ہیں کہ کسی طرح قریش حلقہ بگوش اسلام ہوجائیں) اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئیں اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو منع کیا گیا کہ آپ ہرگز ایسا نہ کیجئے۔

تشریح وتوضیح:

حق سبحانہ تعالیٰ نے بتایا کہ یہ درویشان اسلام،ضعفاء مسلمین اگرچہ غریب ونادار ہیں مگر خدا کے فرمانبردار اور رضائے الٰہی کے سچے طالب ہیں، روز وشب یاد الٰہی میں منہمک ہیں اور ان کے سینے نور باطن سے معمور اور عشق الٰہی میں اس درجہ کو پہنچے ہوئے ہیں کہ ان کی عبادت برائے دنیا تو کجا اخروی نعمت کے حصول کے لیے بھی نہیں۔ان کے پیش نظر صرف اور صرف رضاء الٰہی،ان کا سرمایۂ حیات صرف خوشنودی رب،ان کی آہ سحر گاہی صرف محبوب کی رضامندی کے لیے ہے(یریدون وجهه) ان کے اندر دو وصف،عبادت اور اخلاص ایسے ہیں کہ ان کی خاطر داری اور تالیف قلب،قریش کے متکبرین معاندین کے مقابلہ میں ہزار درجے مقدم ہیں اس لیے آپ ان کو دور مت کیجئے،اور اپنی محفل سے مت نکالیے۔

اور رہا ان مسلمانوں کا غریب ہونا،نادار ہونا اور کفار کا سرمایہ دار ہونا تو یہ کسی کے عنداللہ مقبول ومحبوب اور مطرود و مدحور ہونے کی علامت نہیں ہے۔ بلکہ منجانب اللہ فتنہ وآزمائش ہے، ایک امیر تو دوسرا غریب ایک تندرست تو دوسرا مریض، ایک مالک دوسرا مملوک، ایک کرسی اقتدار پر متمکن دوسرا قید وبند میں پابہ زنجیر،ایک مختار وفرمانبردار دوسرا مجبور محض۔تو یہ فرق مراتب ہم نے اس لیے کیا تا کہ ایک کو دوسرے سے آزماتے رہیں،فقیر امیر کی دولت پر حسد نہ کرے

اورامراء غرباء کو بہ نظر حقارت نہ دیکھیں، اور رہا اللہ رب العزت کا اپنی نعمتوں سے نوازنا، تو اس کا تعلق شکر گزار اور قدر دانوں سے ہے ان غرباء نے اللہ کی نعمت، ہدایت، رسول، قرآن کی قدر کی اس لیے ان کو بڑی نعمت اسلام اور ایمان کی توفیق سے نوازا۔ اور یہ مغرور و متکبر جن کا شیوہ ہی ناشکری ہے محروم کے محروم رہے۔ (معارف القرآن، مظہری، ابن کثیر)

پیغام:

اولیاء اللہ خدامست، نیک لوگوں و بزرگوں کا احترام ضروری ہے اور ان کی ایذارسانی، تحقیر و تذلیل، غیبت و بدگوئی اور تنقید سے اجتناب کرنا چاہئے۔ کسی فرسودہ لباس، پراگندہ بال کو دیکھ کر حقیر و ذلیل نہیں سمجھنا چاہئے جیسا کہ کسی کا خوش پوشاک ہونا دھن و دولت سرسبز و شاداب باغ کی فراوانی، سیم وزر کی بہتات، بلند و بالا عالی شان محلات کی رہائش، میوہ جات، پھلوں کی کثرت، مرغزار کی سیر و سیاحت و دنیوی جاہ وجلال عزت وشریف ہونے کی نشانی اور دلیل نہیں ہے، یہ صرف تعارف کے لیے ہیں تفاخر کے لیے نہیں، قرآن پاک اور حدیث شریف میں ان تمام چیزوں کا سد باب کیا گیا ہے ؎

نہ جا ظاہر پرستی پر اگر کچھ عقل و دانش ہے
چمکتا جو نظر آئے وہ سب سونا نہیں ہوتا

والدین کی دعاء

عن ابی ھریرۃ یقول قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ثلاث دعواتٍ مستجابات لھن لا شک فیھن: دعوۃ المظلوم ودعوۃ المسافر، ودعوۃ الوالدین علی ولدھما۔

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین دعائیں ایسی ہیں کہ انہیں قبول ہی کرلیا جاتا ہے ان میں کچھ تردد نہیں، مظلوم کی دعاء، مسافر کی دعاء، اور ماں باپ کی دعا ان کے لڑکوں پر۔ (ترمذی ابواب الدعوات ۲/ ۱۸۲)

دوسری قسط

قرآن کریم کا تعارف

خود صاحبِ قرآن کی زبانی

مفتی بشیر احمد سہارنپوری
معین مفتی دارالافتاء مظاہر علوم سہارنپور

عن علی قال: انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول: ألا إنها ستکون فتنة، قلت: ما المخرج منها یا رسول اللہ؟ قال: کتاب اللہ، فیه نبأ ما قبلکم وخبر ما بعدکم و حکم ما بینکم، هو الفصل لیس بالهزل، من ترکه من جبار قصمه اللہ، ومن ابتغی الهدی فی غیره أضلّه اللہ، وهو حبل اللہ المتین والذکر الحکیم والصراط المستقیم، هو الذی لا یزیغ به الأهواء ولا تلتبس به الالسنة ولا یشبع به العلماء، ولا یخلق عن کثرة الرد، ولا ینقضی عجائبه، هو الذی لم تنته الجن اذ سمعته حتی قالوا: انا سمعنا قرآناً عجباً یهدی الی الرشد فأمنا به، من قال به صدق ومن عمل به أجر، ومن حکم به عدل، ومن دعا الیه هدی الی صراط مستقیم (ترمذی ۲/۱۱۸)

ترجمہ: حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: عنقریب فتنہ وفساد ہوگا، اس پر میں نے کہا: یارسول اللہ! اس سے بچنے کا راستہ کیا ہوگا؟ آپؐ نے فرمایا کہ: (اس سے بچنے کا راستے اللہ کی کتاب ہے) جس میں پچھلے زمانہ کی خبریں ہیں، آئندہ زمانے کے احوال ہیں، اورموجودہ زمانے کے فیصلے اورضابطے ہیں، اس کی باتیں فصلہ کن ہیں، مذاق نہیں ہیں، جو تکبر واکڑ کی بنیاد پر اس کو پس پشت ڈالے گا، اللہ تعالی اسکو پیس کرر کھ دے گا اور جو اس کے علاوہ ہدایت تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو گمراہ کردیگا، اور یہ

کتاب اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی مضبوط رسی ہے، اور پُر حکمت ذکر ہے، اور سیدھا راستہ ہے، یہ وہ کتاب ہے جس کو لوگوں کی خواہشات بدل نہیں سکتیں، اور جس میں زبانوں کو اشتباہ نہیں ہوتا ہے، اور جس سے علماء کبھی سیر نہیں ہوں گے، اور جو بار بار پڑھنے سے پرانا نہیں ہوتا، اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے، یہی وہ قرآن ہے جس کو جب جنات نے سنا تو وہ یہ کہے بغیر نہیں رہ سکے کہ: ہم نے عجیب قرآن سنا ہے، جو ہدایت کی جانب رہنمائی کرتا ہے، پس ہم اس پر ایمان لاتے ہیں، جو اس کی بات کہے گا سچ کہے گا اور جو اس پر عمل کریگا اجر پائے گا، جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا وہ انصاف کرے گا، اور جو اس کی دعوت دے گا وہ صراط مستقیم سے سرفراز ہوگا۔

تشریح و تفہیم: ایک موقعہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آئندہ زمانہ میں فتنے وفسادات کے ظہور پذیر ہونے کی خبر دی، حضرت علیؓ بھی اس موقع پر تشریف فرما تھے، انہوں نے برجستہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان فتنوں اور فسادات سے حفاظت و بچاؤ کی تدابیر کی بارے میں سوال کیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اولاً مختصراً جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ: کتاب اللہ، یعنی اللہ کی کتاب پر عمل پیرا ہو کر تم ان فتنوں اور فسادات کی ہلاکت خیزیوں سے محفوظ رہ سکتے ہو، اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بات کو ایک گونہ مدلل کرتے ہوئے قرآن کریم کا تعارف کروایا اور اس کی خوبیوں اور خصوصیات کو واضح فرمایا، ذیل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کردہ قرآن کریم کا وہ تعارف اور خصوصیات پیش ہیں، یہ قرآن کریم کا خود صاحب قرآن کی زبانی تعارف ہے، جس سے بڑھ کر قرآن کریم کا کوئی تعارف نہیں ہوسکتا۔

من ابتغی الھدی فی غیرہ اضلہ اللہ جو قرآن کریم کے علاوہ کہیں اور ہدایت و رہنمائی کا طالب ہوگا اللہ تعالیٰ اسے گمراہ کرے گا، قرآن کریم کو چھوڑ کر کسی اور ذریعہ سے انسانوں کو سیدھا راستہ نہیں مل سکتا، چنانچہ بہت سے لوگوں کو اسلام میں مردوں کو ایک سے زائد شادیوں کی اجازت دینے پر اعتراض ہے مگر دوسری طرف وہ ایک عورت کے متعدد مردوں سے تعلقات کو درست سمجھتے ہیں اور بہت سے ملکوں میں جن میں ہمارا وطن عزیز بھی شامل ہے، اس کو قانونی جواز

عطا کیا گیا ہے، حالانکہ یہ شریعت کی رو سے تو غلط ہے ہی، عقل کی ترازو میں بھی اسکی معقولیت ثابت نہیں کی جاسکتی، یہ قرآن کریم کونظر انداز کرنے کا شاخسانہ ہے۔

وھو حبل اللہ المتین: قرآن کریم اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والی مضبوط رسی ہے، جس کے ذریعہ منزل مقصود (اپنے خالق کی رضا) تک پہنچنا یقینی اور لازمی ہے۔

والذکر الحکیم: قرآن کریم پُر حکمت ذکر ہے، اس کی جملہ تعلیمات وہدایات معقول اور حکمت سے بھری ہوئی ہیں اور اس کی الفاظ ومعانی قلب ودماغ پر اثر انگیز ہیں۔

والصراط المستقیم: یہ قرآن کریم بالکل سیدھا راستہ ہے، اس پر چلنے والا کبھی گمراہی کا شکار نہیں ہوگا، اس کے علاوہ دوسرا راستہ اور دین اختیار کرنے والا دنیا میں بھی ٹھوکریں کھائے گا اور آخرت میں بھی ناکام ونامراد ہوگا۔

وھو الذی لایزیغ بہ الاھواء: یہ وہ قرآن ہے جس کو ہویٰ وخواہشات تبدیل نہیں کر سکتیں، اس کی تعلیمات تا قیامت سدا بہار اور بے غبار رہیں گی۔

چنانچہ نزول قرآن سے اب تک نہ جانے کتنے فرقے وجود پذیر ہوئے اور ہر فرقہ نے اپنے گمراہانہ نظریات قرآن کے سر مڑھنے کی کوشش کی اور اپنے فاسد خیالات توڑ مروڑ کر اس سے ثابت کرنا چاہے مگر ان کی یہ سب کوششیں وکاوشیں ناکام رہیں اور قرآن کریم کی تعلیمات اس کے الفاظ کی طرح جوں کی توں محفوظ رہیں اور قیامت تک محفوظ رہیں گی، جیسا کی ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش گوئی فرمائی ہے کہ: اس علم قرآن وسنت کو آنے والے لوگوں میں سے مستند اور پختہ کار لوگ حاصل کریں گے، جو اس سے غلو کرنے والوں کی تحریف اور باطل پرستوں کی غلط بیانی اور جاہلوں کی تاویلات کا پردہ چاک کرتے رہیں گے: **یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہ ینفون عنہ تحریف الغافلین وانتحال المبطلین وتاویل الجاھلین** (مشکوٰۃ ص: ۳۶)

ولا تلتبس بہ الالسنۃ: قرآن کریم پڑھنے میں زبانوں کو اشتباہ نہیں آتا، یہ بھی قرآن کریم کا اعجاز ہے، دنیا کے مختلف خطوں میں لوگ بستے ہیں، ان کی زبانیں، بولیاں اور طرز

تکلم جداگانہ ہے، مگر قرآن سب یکساں پڑھتے ہیں، قرآن جیسا عرب میں پڑھا جاتا ہے ویسا ہی ہند، افریقہ، اور یورپ میں بھی پڑھا جاتا ہے، آواز کا فرق تو ہوجاتا ہے مگر قرآن کے الفاظ کے تکلم اور طرز اداء میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔

ولایشبع منه العلماء: قرآن کریم سے اہل علم کو سیری نہیں ہوگی اور اہل علم اس کے وسیع سمندر میں ہمیشہ غوطہ زنی کرتے رہیں گے اور علم ومعرفت کے درخشاں موتی نکالتے رہیں گے، نہ ان کی قرآن کریم میں رغبت میں کمی ہوگی، اور نہ قرآن کے علوم ومعارف اور اسرار رموز کے خزینہ میں۔

چنانچہ نزول قرآن سے آج تک اہل علم حضرات نے مختلف زاویوں اور مختلف پہلوؤں سے قرآن کریم کی جو خدمات انجام دی ہیں، ان کا محض تعارف وتذکرہ کئی ضخیم جلدوں کا محتاج ہے، اور خود ان کتابوں کا کچھ شمار واندازہ ہی نہیں، جوانہوں نے اس بارے میں تحریر فرمائیں ہیں، اسلامی تعلیمات وہدایات اور قوانین کا جو کچھ کتابی یا غیر کتابی ذخیرہ ہے ان سب کا سرچشمہ قرآن کریم ہے۔

ولایخلق عن کثرۃ الرد: قرآن کریم کا ایک ظاہر وباہر کمال یہ ہے کہ اس کو بار بار پڑھنے سے قلب ودماغ میں کوئی اکتاہٹ پیدانہیں ہوتی، دنیا کی کسی اور کتاب میں یہ بات نہیں، ہر مسلمان قرآن کریم کا کچھ نہ کچھ حصہ بار بار پڑھتا ہے اور بعض اکابر کا ایک دن میں کئی کئی قرآن کریم ختم کا معمول رہا ہے اور روزانہ ایک قرآن کریم ختم کرنے والے تو ہر زمانہ میں رہے ہیں، یہ اس جملہ کی صداقت کی بین دلیل ہے، جبکہ دوسری طرف اخبار ہی کو لے لیجئے، جوتروتازہ خبریں پیش کرتا ہے، مگر اس کے باوجود اسکو آدمی صرف ایک مرتبہ پڑھ کر ردی کی ٹوکری میں ڈالدیتا ہے، یا دوسرے کو دیدیتا ہے۔

ولاتنقضی عجائبه: قرآن کریم کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے، دنیا میں اسکے پیش کردہ نظریات وتعلیمات کے مظاہر تا قیام قیامت وجود پذیر ہوتے رہیں گے، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ قرآن

کریم نے ایک جگہ اپنے نزول کے وقت کی رائج سواریوں کا تذکرہ کیا اور پھر ایک بلیغ جملہ فرمایا: **ویخلق مالا تعلمون** (النحل) کہ ایسی ایسی چیزیں پیدا کریں گے، جو تم نہیں جانتے، قرآن کریم کا یہ جملہ عام ہے، جس میں موجودہ زمانہ کی وہ تمام چیزیں آجاتی ہیں جو پہلے نہیں تھیں، لیکن صرف سواریوں ہی کی مثال لے لیجئے اس کے بعد زمینی و ہوائی کیسی کیسی محیر العقول سواریاں پیدا ہوئیں، اور آئندہ بھی اس میں بے پناہ ترقی کے امکانات ہیں، یہ سب قرآن کریم کے بیان کردہ اس ایک جملہ کا مظہر و مصداق ہیں۔

هو الذی لم تنته الجن اذ سمعته حتی قالو اا لخ: قرآن کریم وہ کتاب ہے کہ جنات بھی اسکی بے مثالی کا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے، اورانہوں نے اس کو تسلیم وقبول کیا، چنانچہ قرآن کریم کے نزول کے بعد جب شیاطین کے آسمانوں پر جانے پر پابندی لگادی گئی تھی تو شیاطین وجنات نے اس تحقیق وتفتیش کے لئے عالَم میں گھومنا شروع کیا، ایک مرتبہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کے ایک نخلستان میں نماز فجر میں جہراً قرأت کررہے تھے تو کچھ جنات بھی گھومتے گھومتے وہاں پہنچ گئے، اورانہوں نے آپ کی قراءت سنی تو برجستہ کہا: **انا سمعنا قرآناً عجبا یهدی الی الرشد فامنا به** (الجن) کہ ہم نے عجیب قرآن سنا ہے، جو ہدایت کے راستہ کی رہنمائی کرتا ہے، پس ہم اسکو قبول کرتے ہیں، یہ واقعہ بھی قرآن کریم کی تاثیر وحقانیت کا ایک نشان ہے۔

من قال به صدق، من عمل به اجر، و من حکم به عدل، و من دعا الیه هدی الی اصراط مستقیم: قرآن کریم کا تعارف کرانے کے بعد اس پر عمل اورلوگوں کو اس کی جانب دعوت دینے کی ترغیب کے لئے اخیر میں یہ چند جملے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے کہ: جواس کی بات کہے گا وہ سچ کہے گا اور جو اس پر عمل کریگا وہ اجر پائے گا، اور جو اس کے مطابق فیصلہ کریگا وہ عدل پر مبنی فیصلہ ہوگا اور جو اس کی طرف لوگوں کو بلائے گا اسکو خود بھی صراط مستقیم کی توفیق ہوگی اور جو اس کی آواز پر لبیک کہے گا اس کو بھی۔

دورِ فاروقی میں دورِ حاضر کا حل

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن
مرکزی امیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

محرم الحرام ان چار محترم مہینوں میں شامل ہے جن کو قرآن کریم نے قابل احترام قرار دیا ہے، حسن اتفاق دیکھیے کہ اسلامی سال کے آغاز میں اللہ کے نام پر قربانی کی داستانیں رقم ہیں اور اسلامی سال کے آخر میں بھی قربانی کا درس موجود ہے، اسلامی تاریخ میں محرم الحرام کی مناسبت سے دو ایسے واقعات پیش آئے ہیں جن سے ہمیں معاشرتی زندگی گزارنے کی بہت ساری باتوں کا عملی درس ملتا ہے: پہلا واقعہ خلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت جبکہ دوسرا واقعہ نواسہ رسول سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی زندگی کے چنداں پہلوؤں پر روشنی ڈالی جاتی ہے جن کا ہماری عملی زندگی سے بہت گہرا تعلق ہے، یہ تذکرہ اس لیے کیا جا رہا ہے تا کہ ہم بھی انہی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

قیام امن کی عملی کاوشیں: اسلام میں امن کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے آپ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جو علاقے اسلامی سلطنت کے زیر نگیں آئے یا جو پہلے سے موجود تھے ان میں عدالتی نظام کو فعال کیا گیا، مفتوحہ علاقوں میں بنیادی طور پر دو کام کیے جاتے وہاں کے باسیوں کو دین اسلام کی تعلیم سے آشنا کیا جاتا اور دوسرا وہاں عدالتیں قائم کر کے قیام امن اور انصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا جاتا، آپ نے قانون کے علمی ماخذ کے طور پر قرآن وسنت کے بعد قضائے صالحین کو درجہ دیا، چنانچہ سنن نسائی میں آپ کا وہ خط بھی موجود ہے جو آپ نے قاضی شریح کے نام لکھا تھا اور اس میں قانون کے علمی مآخذ کے طور پر قرآن وسنت اور قضائے صالحین کا تذکرہ موجود ہے۔

اس سے ہمیں قرآن وسنت کے بعد صالحین یعنی دین کے ماہرین کے فیصلوں پر عمل کرنے کا درس ملتا ہے۔

اسلام باہمی مشاورت پر زور دیتا ہے تاکہ خیر کے پہلو زیادہ سے زیادہ سامنے آئیں اور نقصان دہ پہلو سے بچا جا سکے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زندگی اس کی عملی نمونہ تھی، خلیفۂ وقت میں عدالت، دیانت ،تقویٰ ،علم دین سے واقفیت، انتظامی امور میں اہلیت اور احکام شریعت کے نفاذ کی صلاحیت موجود ہوتی ہے جو اسے عوام سے ممتاز کر دیتی ہے، لیکن اس کے باوجود آپ اپنے مشیروں کی بات کو اہمیت دیتے تھے، اور ان کی حوصلہ افزائی کے لیے ایسے الفاظ ذکر فرماتے جس سے آپ کی کمال دیانت اور عاجزی جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے، چنانچہ سنن دارقطنی، کتاب النکاح میں ہے کہ حضرت ابوسفیان کہتے ہیں کہ مجھے میرے مشائخ نے بیان کیا ہے کہ ایک شخص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین میں اپنی اہلیہ سے دوسال غائب رہا ہوں اور جب واپس آیا ہوں تو وہ حاملہ ہے (اس وجہ سے میری اہلیہ شرعی سزا کی مستحق قرار پاتی ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے اس کے رجم کے بارے میں مشورہ کیا تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرمانے لگے امیر المومنین! آپ کو عورت کے رجم کرنے کا تو حق ہے لیکن اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے اس پر آپ کو اختیار حاصل نہیں وہ بے گناہ ہے، لہٰذا اس حکم کو بچے کی ولادت تک موخر کر دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو بچے کی ولادت تک موخر کر دیا پھر اس خاتون نے بچے کو جنم دیا، جب اس بچے کے سامنے کے دانت نکل آئے تو اس شخص نے اس بچے میں اپنی مشابہت پائی اور کہنے لگا رب کعبہ کی قسم یہ بچہ میرا ہی ہے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا : عورتیں معاذ بن جبل جیسا شخص پیدا کرنے سے عاجز ہو چکی ہیں اور اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔

اسی طرح **لو لا علی لهلک عمر** کے الفاظ بھی ملتے ہیں کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا، یہ الفاظ آپ کے کمال دیانت، انصاف پسندی، بلندی اخلاق کی علامت ہیں باوجود یکہ آپ بڑے تھے لیکن چھوٹوں کی جو بات درست نظر آئی اسے قبول فرمایا، اس میں ہمارے لیے یہ سبق

ہے کہ ہم بھی چھوٹوں کی آراء کو اہمیت دیں اگر وہ زیادہ بہتر ہوں تو انہیں قبول کریں۔

اس سے ہمیں دیانت وانصاف پسندی کا درس ملتا ہے۔

سربراہ کا سادہ معیارِ زندگی: سربراہ کے طرز زندگی کے اثرات رعایا پر پڑتے ہیں، اگر حکمران انصاف پسند، قناعت پسند اور سادگی پسند ہو تو عوام میں ظلم وتشدد، خواہش پرستی اور فیشن پرستی جنم نہیں لیتی جس کی وجہ سے معاشرہ سکون وراحت کی زندگی بسر کرتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ باوجودیکہ کہ بہت بڑی سلطنت کے فرمانروا تھے لیکن مزاجاً سادگی اور قناعت پسندی کے خوگر تھے، تاریخ ایسے کئی واقعات کی شہادت دیتی ہے، چنانچہ ہرمزان سلطنت اہواز کا حکمران جب قید ہو کر آیا تو اس نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ مسجد کے فرش پر لیٹے ہوئے آرام فرمارہے ہیں۔

بیت المقدس کی فتح کا مشہور واقعہ سیرت وتاریخ کی کتابوں میں منقول ہے: سن ۱۶ھ میں جب حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو وہاں کے اہل کتاب علماء نے کہا: تم بلاوجہ تکلیف اٹھاتے ہو، بیت المقدس کو فتح کرنے والے کا حلیہ اور علامات ہماری کتابوں میں موجود ہیں اگر تمہارے امام میں وہ سب باتیں موجود ہیں تو ہم آپ کو بیت المقدس حوالے کردیں گے، چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں اطلاع کی گئی، آپ اپنے ایک غلام کے ہمراہ ایک اونٹ پر سوار ہو کر عازم سفر ہوئے، زادراہ میں چھوہارے اور جو کے سوا کچھ نہ تھا، اونٹ پر سوار ہونے کی باریاں مقرر کیں، کبھی آپ خود سوار ہوتے اور غلام پیدل چلتا اور کبھی غلام سواری پر سوار ہوتا اور آپ پیدل چلتے، آپ نے جو کرتہ زیب تن کیا ہوا تھا اس میں پیوند لگے ہوئے تھے، جب بیت المقدس کے قریب پہنچے تو مسلمانوں نے آپ کے لیے ایک عمدہ جوڑے اور گھوڑے کا انتظام کیا، آپ نے نیا لباس پہنا، گھوڑے پر سوار ہوئے چند قدم کے بعد فرمانے لگے کہ میرے نفس پر اس کا برا اثر پڑ رہا ہے لہٰذا مجھے میرے وہی کپڑے اور اونٹ واپس کرو، چنانچہ اسی پر سوار ہوئے اور بیت المقدس پہنچے، اہل کتاب علماء نے آپ کا حلیہ مبارک اور علامات دیکھیں تو برملا کہہ اٹھے کہ ہاں فاتح بیت المقدس یہی ہیں اور آپ کے لیے اس کے دروازے کھول دیے۔

اس سے ہمیں سربراہ کے عام معیار زندگی ،عوام میں گھل میں کر رہنے اور صبر وشکر کا درس ملتا ہے۔

انسانی حقوق میں مساوات: آپ نے اسلام کی نافذ شدہ تعلیم مساوات کو مزید آگے بڑھایا، چنانچہ کسی علاقے کے حاکم، گورنر بلکہ خود خلیفۃ المسلمین کو یہ اجازت نہیں تھی کہ وہ اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دے جو وظیفہ بدریوں کو ملتا وہی آپ لیتے تھے۔

اس سے ہمیں مساوات کا درس ملتا ہے۔

حقوق نسواں کا حقیقی تصور: اسلام میں خواتین کو بہت بلند مقام حاصل ہے اور خواتین میں سب سے اہم عنصر حیا اور تقدس کا ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے ان کی عزت اور حقوق کو محفوظ کرنے کے لیے حجاب کو لازمی سمجھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی رائے کی موافقت میں قرآن کریم کی آیت نازل فرما کر حجاب کو ضروری قرار دیا۔

خواتین کے لیے رائے کی آزادی بھی حقوق نسواں کے ذیل میں آتی ہے چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ نے دوران خطبہ خواتین کے مہنگے مہنگے حق مہر کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا تو ایک عورت نے کہا: اے عمر! آپ ہمارے مہروں کو کس طرح کم کر سکتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سونے کے ڈھیر تک مہر لینے کا حق دیا ہے، اور سورۃ النساء کی آیت نمبر ۲۰ بھی تلاوت کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر بہت خوش ہوئے اور خاتون کو عزت بخشتے ہوئے فرمایا: **نساء المدینۃ افقہ من عمر** ۔مدینہ کی خواتین عمر سے زیادہ دین کی سمجھ رکھتی ہیں۔

اس سے ہمیں حجاب، آزادی اظہار رائے اور خواتین کی سماجی عزت واحترام کا درس ملتا ہے۔

مفتوحہ علاقوں کا نظم ونسق: آپ بائیس (۲۲) لاکھ اکیاون (۵۱) ہزار تیس (۳۰) مربع میل زمین پر حکمرانی کرنے والے انصاف پرور حکمراں تھے، اس کے باوجود آپ مفتوحہ علاقوں کی کثرت پر زور دینے کے بجائے ان کے باسیوں کی تربیت کو ترجیح دیتے، آپ نے دمشق، بصرہ، بعلبک، شرق، اُردن، یرموک، قادسیہ، اہواز، مدائن، ایران، عراق، تکیت، انطاکیہ، حلب، بیت ا

لمقدس، نیشاپور، الجزیرہ، قیساریہ، مصر، اسکندریہ، نہاوند اور دیگر علاقوں کو فتح کیا، ان میں تربیتی اور تعلیمی مراکز قائم کیے، کھلی کچہریاں لگوائیں، فوری انصاف کو یقینی بنایا، عوام الناس کی شکایات کو دور کرنے کے لیے احکامات جاری کئے، روٹی کپڑا اور مکان جیسی بنیادی ضرورتوں کو عوام کی دہلیز تک پہنچایا۔

اس سے ہمیں اپنے نظام زندگی میں انصاف، تعلیم اور نظم ونسق کا درس ملتا ہے۔

اقلیتوں سے حسن سلوک: ایسے کفار جو مسلمانوں سے نہ لڑیں، اسلام ان سے حسن سلوک کی تعلیم دیتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حمص کو حاصل کرنے کے لیے بطور سپہ سالار حضرت ابوعبیدہ کو مقرر فرمایا، انہوں نے اسے فتح کیا اور غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا، لیکن جب انہیں جنگ یرموک کے لیے حمص چھوڑنا پڑا تو انہوں نے یہ کہہ کر جزیہ واپس کر دیا کہ اب جب ہم آپ کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری پوری نہیں کر سکتے تو ہمیں جزیہ لینے کا بھی حق نہیں، جب مسلمان حمص سے لوٹنے لگے تو وہاں کے غیر مسلم بھی اس عادلانہ نظام سے محروم ہونے پر رونے لگے۔

بیت المقدس فتح ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کتاب کے مذہبی پیشوا کے ساتھ شہر کی متعدد عبادت گاہوں کو دیکھا، آپ معائنہ فرما رہے تھے کہ اتفاق سے نماز کا وقت ہو گیا انہوں نے آپ اور آپ کے رفقاء کے لیے صفیں بھی بچھا دیں کہ آپ یہاں نماز ادا کر لیں، لیکن آپ نے یہ کہہ کر انکار فرما دیا کہ اگر ہم نے یہاں نماز پڑھ لی تو کل کو کوئی یہاں مسجد بنانا نہ شروع کر دے، میں نہیں چاہتا کہ غیر مسلموں کی عبادت گاہوں میں ہم کسی طرح کا حق قائم کریں۔

اسی طرح اہل ایلیا کے غیر مسلموں سے آپ نے معاہدۂ امن کیا کہ ان کی جانوں، مالوں، ان کے گرجاؤں اور ان کی صلیبوں، ان کے بیماروں، تندرستوں اور ان کے جملہ اہل مذاہب کے لیے یہ طے کیا جاتا ہے کہ ان کے گرجا گھروں میں رہائش نہ رکھی جائے، ان کو گرایا نہ جائے، انہیں اور ان کے احاطوں کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ ہی ان پر دین کے بارے جبر کیا جائے۔

اس سے ہمیں اقلیتوں سے حسن سلوک کا درس ملتا ہے۔

سماجی ورفاہی خدمات: قرآن کریم کی تعلیم کے لیے مکاتب ومدارس قائم کیے، قاری صاحبان اور ائمہ مساجد کی تنخواہیں مقرر فرمائیں، اسلامی تقویم کا آغاز ہجرت نبوی سے شروع

فرمایااوراس کی ابتدامحرم سے فرمائی ،مسجد حرام اور مسجد نبوی کی توسیع فرمائی ،عرب و عجم کے سنگم پر مرکز علم کوفہ کو آباد فرمایا، دریائے نیل کو بحیرہ قلزم سے ملانے کے لیے نہر سویز کھدوائی جس کی وجہ سے نفع بخش تجارت کو فروغ ملا ،محکمہ ڈاک قائم کیا،شہر کے اندرونی حالات کو درست رکھنے کے لیے محکمہ پولیس قائم کیا،فوج کو سرحدیں اور محاذ سپرد کیے، بیت المال تعمیر کرائے ،اپاہج ،معذور اور ضعیف لوگوں کے وظائف بیت المال سے مقرر فرمائے ،مسافروں کے لیے شاہراہوں پر مسافر خانے تعمیر کرائے ، لاوارث بچوں کے تربیتی مراکز قائم کیے ، دریائے نیل کے نام خط جاری فرمایا،اور قیصر و کسری جیسی سپر پاور طاقتیں پاش پاش ہوئیں۔

مورخین کے محتاط اندازے کے مطابق آپ کے زمانہ خلافت میں تین ہزار چھ سو علاقے فتح ہوئے۔نوسو(۹۰۰) جامع مساجد اور چار ہزار(۴۰۰۰) عام مساجد تعمیر ہوئیں۔

اس سے ہمیں تعمیر وطن،خوشحالی اور ترقی ،اہل علم کی قدر، مستحق افراد کی معاونت،یتیموں کی کفالت کا درس ملتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ دور حاضر کے مسائل کا حل دور فاروقی میں موجود ہے ضرورت اس بات کی ہے کہ اسے عملی زندگی میں لائیں ایسا کریں گے تو ہماری دنیا بھی سنور جائے گی،ترقی بھی کریں گے، ہدایت بھی عام ہوگی ،ضرورت مندوں کی معاونت بھی ہوگی اور معاشرے میں انصاف بھی عام ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں مزاج فاروقی اپنانے کی توفیق دے،ہمارے معاشرے کو انصاف پسند معاشرہ بنائے ،آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

میاں بیوی کے حقوق اور ذمے داریاں

مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

انسان صرف انفرادی زندگی نہیں رکھتا ہے، بلکہ وہ فطرتاً معاشرتی مزاج رکھنے والی مخلوق ہے، اس کا وجود خاندان کے ایک رکن اور معاشرہ کے ایک فرد کی حیثیت سے ہی پایا جاتا ہے، معاشرہ اور خاندان کی تشکیل میں بنیادی اکائی میاں بیوی ہیں، جن کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق ہیں:

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں میاں بیوی کے تعلقات کا ایسا جامع دستور پیش کیا ہے جس سے بہتر کوئی دستور نہیں ہوسکتا اور اگر اس جامع ہدایت کی روشنی میں ازدواجی زندگی گزاری جائے تو اس رشتہ میں کبھی بھی تلخی اور کڑواہٹ پیدا نہ ہوگی۔

بیوی کے بھی کچھ حقوق ہیں، جن کی پاس داری شریعت میں ضروری ہے، ان حقوق میں جہاں نان ونفقہ اور رہائش کا انتظام شامل ہے، وہیں اس کی دل داری اور راحت رسانی کا خیال رکھنا بھی ضروری ہے، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے، جو اپنے گھر والوں (یعنی بیوی بچوں) کی نظر میں اچھا ہو۔

ظاہر ہے کہ ان کی نظر میں اچھا وہی ہوگا جو ان کے حقوق کی ادائیگی کرنے والا ہو۔

دوسری طرف قرآن کریم میں بیوی کو بھی آگاہ کیا کہ اس پر بھی حقوق کی ادائیگی لازم ہے، کوئی بیوی اس وقت تک پسندیدہ نہیں ہوسکتی جب تک کہ وہ اپنے شوہر کے حقوق ادا کر کے اس کو خوش نہ کرے۔

شوہر کی چند اہم ذمے داریاں، یعنی بیوی کے حقوق شوہر پر

مکمل مہر کی ادائیگی: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: عورتوں کو ان کا مہر راضی وخوشی سے ادا

کردو۔(سورۃ النساء) نکاح کے وقت مہر کی تعیین اور شب زفاف سے قبل اس کی ادائیگی ہونی چاہیے، اگرچہ طرفین اتفاق سے مہر کی ادائیگی کو موخر بھی کرسکتے ہیں۔

بیوی کے تمام اخراجات: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بچوں کے باپ (یعنی شوہر) پر عورتوں (یعنی بیوی) کا کھانا اور کپڑا لازم ہے دستور کے مطابق۔(سورۃ البقرہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، کیوں کہ اللہ کی امان میں تم نے ان کو لیا ہے۔(مسلم)

بیوی کے لیے رہائش کا انتظام: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: تم اپنی طاقت کے مطابق جہاں تم رہتے ہو وہاں ان عورتوں کو رکھو۔(سورۃ الطلاق) اس آیت میں مطلقہ عورتوں کا حکم بیان کیا جارہا ہے کہ عدت کے دوران ان کی رہائش کا انتظام بھی شوہر کے ذمہ ہے، جب شریعت نے مطلقہ عورتوں کی رہائش کا انتظام شوہر کے ذمہ رکھا ہے تو حسب استطاعت بیوی کی مناسب رہائش کی ذمہ داری بدرجہ اولیٰ شوہر کے ذمہ ہوگی۔

بیوی کے ساتھ حسن معاشرت: شوہر کو چاہیے کہ وہ بیوی کے ساتھ اچھا سلوک کرے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ان کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ، یعنی عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں حسن اخلاق کے ساتھ معاملہ رکھو، گو تم انہیں پسند کرو، لیکن بہت ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو برا جانو اور اللہ تعالیٰ اس میں بہت ہی بھلائی کردے۔(سورۃ النساء)

بیوی کی چند اہم ذمے داریاں، یعنی شوہر کے حقوق بیوی پر

شوہر کی اطاعت: اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: مرد عورتوں پر محافظ منتظم ہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے (بھی) کہ مرد (ان پر) اپنے مال خرچ کرتے ہیں، پس نیک بیویاں اطاعت شعار ہوتی ہیں، شوہروں کی عدم موجودگی میں اللہ کی حفاظت کے ساتھ (اپنی عزت کی) حفاظت کرنے

والی ہوتی ہے۔(سورۃ النساء)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛اگر عورت نے (خاص طور پر) پانچ نمازوں کی پابندی کی، ماہ رمضان کے روزے اہتمام سے رکھے، اپنی شرم گاہ کی حفاظت کی اوراپنے شوہر کی اطاعت کی تو گویا وہ جنت میں داخل ہوگئی۔

ایک عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اورعرض کیا کہ مجھے عورتوں کی ایک جماعت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سوال کرنے کے لیے بھیجا ہے اوروہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کا حکم مردوں کو دیا ہے، چناں چہ اگران کو جہاد میں تکلیف پہنچتی ہے تو اس پر ان کو اجر دیا جاتا ہے اوراگر وہ شہید ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے خصوصی بندوں میں شمار ہوجاتے ہیں کہ مرنے کے باوجود وہ زندہ رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے خصوصی رزق ان کو دیا جاتا ہے(جیسا کہ سورہ آل عمران میں مذکور ہے) ہم عورتیں ان کی خدمت کرتی ہیں، ہمارے لیے کیا اجر ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جن عورتوں کی طرف سے تم بھیجی گئی ہو، ان کو اطلاع کردو کہ شوہر کی اطاعت اوراس کے حق کا اعتراف تمہارے لیے اللہ کے راستے میں جہاد کے برابر ہے،لیکن تم میں سے کم ہی عورتیں اس ذمے داری کو بخوبی انجام دیتی ہیں۔(طبرانی)

شوہر کے مال وآبرو کی حفاظت: اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا : جو عورتیں نیک ہیں وہ اپنے شوہروں کی تابع داری کرتی ہیں اور اللہ کے حکم کے موافق نیک عورتیں شوہر کی عدم موجودگی میں اپنے نفس اورشوہر کے مال کی حفاظت کرتی ہیں،یعنی اپنے نفس اورشوہر کے مال میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتی ہیں۔(سورۃ النساء)

رسول اللہصلی اللہ علیہ وسلمنے ارشاد فرمایا: میں تمہیں مرد کا سب سے بہترین خزانہ نہ بتاؤں؟ وہ نیک عورت ہے، جب شوہر اس کی طرف دیکھے تو وہ شوہر کو خوش کردے، جب شوہر اس کو کوئی حکم کرے تو شوہر کا کہنا مانے، اگر شوہر کہیں باہر سفر میں چلا جائے تو اس کے

مال اور اپنے نفس کی حفاظت کرے۔(ابوداؤد،نسائی)

شوہر کے مال کی حفاظت یہ ہے کہ عورت شوہر کی اجازت کے بغیر شوہر کے مال میں سے کچھ نہ لے اور اس کی اجازت کے بغیر کسی کو نہ دے، ہاں! اگر شوہر واقعی بیوی کے اخراجات میں کمی کرتا ہے تو بیوی اپنے اور اولاد کے خرچ کو پورا کرنے کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر مال لے سکتی ہے، جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہند بنت عتبہ سے کہا تھا جب انہوں نے اپنے شوہر ابوسفیان کے زیادہ بخیل ہونے کی شکایت کی تھی: اتنا مال لے لیا کرو جو تمہارے اور تمہاری اولاد کے متوسط خرچہ کے لیے کافی ہو۔(بخاری مسلم)

گھر کے اندرونی نظام کو چلانا اور بچوں کی تربیت کرنا: یہ عورتوں کی بنیادی ذمہ داری ہے، جس کی ادائیگی ان پر لازم ہے، عورتوں کو اس ذمہ داری کے انجام دینے میں کوئی کمی نہیں چھوڑنی چاہیے، کیوں کہ اسی ذمہ داری کو صحیح طریقہ پر انجام دینے سے خاندان میں آرام وسکون پیدا ہوگا، نیز اولاد دونوں جہاں کی کامیابی وکامرانی سے سرفراز ہوگی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہین کہ جب صحابہ کرام اپنی بیٹی یا بہن کو رخصت کرتے تھے تو اس کو شوہر کی خدمت اور بچوں کی بہترین تربیت کی خصوصی تاکید کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورت اپنے شوہر کے گھر میں نگہبان اور ذمہ دار ہے اور اس سے اس کے بچوں کی تربیت وغیرہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔(بخاری مسلم)

چند مشترکہ حقوق اور ذمہ داریاں

حتی الامکان خوشی وراحت وسکون کو حاصل کرنے اور رنج وغم کو دور کرنے کے لیے ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیے، ایک دوسرے کے راز لوگوں کے سامنے ذکر نہ کیے جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن اللہ کی نظروں میں سب سے بدبخت انسان وہ ہوگا جو میاں بیوی کے آپسی راز کو دوسرے کے سامنے بیان کرے۔(مسلم)

اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے مشترکہ فکر و کوششیں کریں ۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان ہیں اور پتھر، جس پر سخت دل مضبوط فرشتے مقرر ہیں، جنہیں جو حکم اللہ تعالیٰ دیتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے، بلکہ جو حکم دیا جائے بجالاتے ہیں ۔(سورہ التحریم)

جب مذکورہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچا سکتے ہیں، مگر گھر والوں کا کیا کریں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم ان کو برائیوں سے روکتے رہو اور اچھائیوں کا حکم کرتے رہو، ان شاء اللہ یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچانے والا بنے گا۔

اطاعت رسول سے انحراف:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دوں تو بجالاؤ، اور جب کسی کام سے منع کروں تو باز رہو۔(صحیحین)

۲— زید بن اسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک دشمن سے مقابلہ ہوا آپ نے فرمایا: ابھی تم میں سے کوئی دشمن سے لڑائی نہ کرے (**لا یقاتل احد منکم**) ایک آدمی نے جوش و جذبات میں لڑائی شروع کر دی اور کفار نے ان کو قتل کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی کہ فلاں آدمی شہید ہو گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا میرے منع کرنے کے باوجود اس نے قتال کیا؟ صحابہ کرام نے عرض کیا! جی ہاں۔اس پر آپ نے فرمایا۔۔۔نافرمان جنت میں داخل نہیں ہوسکتا۔ (الدر المنثور ۶/۲۳۲)

مصیبتوں کے نازل ہونے کے اسباب

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ

گناہ کرنے سے نعمتیں سلب ہوجاتی ہیں اور مصیبتوں کا ہجوم ہوتا ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے، فرماتے ہیں کہ کوئی بلا نہیں نازل ہوتی، مگر گناہ کے سبب سے اور کوئی بلا نہیں دور ہوتی، مگر توبہ کے سبب سے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ** یعنی جو مصیبت تم پر آتی ہے وہ تمہارے اعمال کے سبب سے آتی ہے اور بہت سی باتوں کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **کل امتی معفو الا المجاھرون** یعنی سب کے لیے معافی کی امید ہے، مگر جو لوگ کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں۔

اس وقت کی یہ مصیبتیں اور بلائیں ارضی ہیں، سماوی نہیں، یہ خود لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے خریدی ہیں، سماوی (یعنی آسمان سے نازل ہونے والی) بلاؤں کا رنگ ہی اور ہوتا ہے، یہ وہ بلائیں ہیں جن کے واسطے حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

﴿وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُم﴾، ﴿وَمَن يُهِنِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِن مُّكْرِمٍ﴾

جسے خدا ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں، گناہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ شخص (ذلیل اور) بے قدر ہوجاتا ہے، اور جب خالق کے نزدیک کوئی ذلیل ہو گیا تو مخلوق میں بھی اس کی عزت نہیں رہتی۔

یہ سمجھنا ہی غلط ہے کہ ہم پر جو کفار سلطنت کررہے ہیں ان میں کوئی لیاقت ہے، نہیں، بلکہ ہمارے اندر نالائقی (خدا کی نافرمانی) ہے، اس وجہ سے مسلط کردیے گئے ہیں۔

ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم دس آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے، آپ ہماری طرف متوجہ ہوکر ارشاد فرمانے لگے کہ پانچ چیزیں ہیں، میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ۔

جب کسی قوم میں بے حیائی کے اعمال علی الاعلان (کھلم کھلا) ہونے لگیں گے وہ طاعون میں مبتلا ہوں گے اور ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو ان کے بڑوں کے وقت میں نہیں ہوئیں۔

اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کرے گی، قحط، تنگی اور حاکموں کے ظلم میں مبتلا ہو گی اور نہیں بند کیا کسی قوم نے زکوٰۃ کو مگر بند کر دی جائے گی ان سے رحمت کی بارش، اگر جانور نہ ہوتے تو کبھی ان پر بارش نہ ہوتی۔

اور نہیں عہد شکنی (وعدہ خلافی) کی کسی قوم نے مگر مسلط فرمائے گا اللہ تعالیٰ غیر قوموں سے ان کے دشمن کو، جو جبراً ان کے مالوں کو لے لیں گے۔

اہل شریعت پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ ہر امر (یعنی ہر مصیبت) میں گناہوں کو سبب بتاتے ہیں، اسباب کے منکر ہیں، سو یہ اعتراض غلط ہے، وہ اسباب سے بے خبر نہیں، مگر اسباب کے ساتھ اسباب کے اسباب کو بھی دیکھتے ہیں اور اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جو مصیبت آتی ہے گناہوں کی وجہ سے آتی ہے، اس کو ایک مثال سے سمجھیے۔

کسی شخص کو پھانسی ہوئی، کسی نے پوچھا کہ کیوں کر ہوئی؟ ایک نے کہا چمڑے سے گلا گھونٹ دیا گیا، دوسرے نے کہا کہ بے وقوف! سبب یہ ہے کہ حاکم نے حکم دیا تھا، تیسرے نے کہا کہ حاکم نے حکم اس لیے دیا کہ اس نے ڈکیتی کی تھی، تو اصل محقق یہ تیسرا شخص ہے کہ حاکم کے حکم اور مجرم کے عمل کو بھی دیکھا۔

(یا جیسے کوئی شخص) یہ سمجھ لے کہ سرخ جھنڈی میں خاصیت ہے ریل کو روکنے کی اور یہ ایسی زبردست چیز ہے کہ ریل جیسی زوردار چیز بھی اس کے سامنے کچھ نہیں تو کیا اس کا

یہ سمجھنا صحیح ہے؟ ہرگز نہیں، بس یہی حالت ہے اسباب کی، آگ پانی سب خداوند کریم کے حکم کے تابع ہیں، ان کو جب حکم ہوتا ہے اور جیسا حکم ہوتا ہے، کرتے ہیں، یہ ہمارے سامنے مردہ ہیں، ورنہ سب زندہ اور حکم کے تابع ہیں۔

الغرض ساری مصیبتیں ہمارے جرائم اور اعمال کی وجہ سے آتی ہیں، ایک حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تم اگر حکام کی طرف سے کوئی نا گوار بات دیکھو تو ان کو بُرا مت کہو، اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ حکام کے قلوب میرے اختیار میں ہیں، اگر راحت چاہتے ہو تو میری اطاعت کرو اور مجھ سے معاملہ درست رکھو، حکام کے دل نرم کر دوں گا۔

نیز اس کے سوا ایک اور بھی تکلیف ہوتی ہے اور ہے وہ بھی عاجل، مگر فعل کے بعد ہوتی ہے اور یہ مذکورہ بالا فعل کے ساتھ تھی، وہ یہ ہے کہ جتنے گناہ کرنے والے ہیں وہ ہمیشہ کسی نہ کسی آفاقی مصیبت میں مبتلا رہتے ہیں، جیسے یہ مذکورہ کلفت مصیبت انفسی تھی، ارشاد خداوندی ہے :أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ۔ مگر لوگ اس قسم کے مصائب کو یہ نہیں سمجھتے کہ یہ فلاں گناہ کی سزا ہے چناں چہ اکثر ایسے وقت کہا کرتے ہیں کہ معلوم نہیں کون سا گناہ ہوا تھا جس کے سبب یہ تکلیف جھیلنی پڑی؟! اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تو سب جانتے ہیں کہ تکلیف گناہ کے سبب ہوا کرتی ہے مگر تعجب صرف اس پر ہے کہ کون سا گناہ ہم سے ہو گیا تھا؟ مجھے لوگوں کے اس تعجب ہی پر تعجب ہے، کیوں کہ ہم میں وہ ایسا کون ہے کہ ہر وقت کسی نہ کسی گناہ میں مبتلا نہیں رہتا اور جب ہر وقت گناہ میں مبتلا رہیں تو تعجب تو آفات میں مبتلا نہ ہونے پر کرنا چاہیے تھا۔

بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ گناہ کرنے سے دنیا کی بھی پریشانی ہوتی ہے اور آخرت کی الگ رہی، اب خدا تعالیٰ کی رحمت کو دیکھیے کہ فرماتے ہیں کہ اس مضرت سے بچو: وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ آپ نے دیکھا کہ کتنی بڑی مضرت سے خدا تعالیٰ نے بچایا ہے۔

یہ بات نئی سی معلوم ہوتی ہے کہ نافرمانیوں سے مصائب آتے ہیں، اب اس کو بیان

کرتا ہوں، دیکھیے! یہ تو ثابت ہے کہ گناہ کو حق تعالیٰ نے منع کیا ہے، اس کے تو ثابت کرنے کی ضرورت نہیں، کیوں کہ کوئی شخص اس کا منکر نہیں ہے اور جب حق تعالیٰ نے اس سے منع کیا ہے تو اس کا ارتکاب موجب ناراضی ہے، یہ مقدمہ بھی بداہۃً ثابت ہے۔

اب ایک مقدمہ اور رہ گیا، سو اس کے ثابت کرنے کی بھی چنداں ضرورت نہ ہوگی، صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ سب مقدمات کو ملا کر نتیجہ نکال لیا جاوے، وہ مقدمہ یہ ہے کہ جب اپنے سے کسی بڑے کو ناراض کیا جاتا ہے تو اس پر سزا تجویز ہوتی ہے، ان تینوں مقدموں کو ملا کر اس طرح پر نتیجہ کیوں نہیں نکالا جاتا کہ گناہ کو حق تعالیٰ نے منع کیا ہے اور ممنوع کا باعث ناراضی ہے اور ناراضی کا نتیجہ سزا ہے، تو گناہ پر بھی سزا ہونی چاہیے، یہ نتیجہ دنیا کے کاموں میں سب نکال لیتے ہیں اور تسلیم کرتے ہیں، مثلاً چوری کو مانا جاتا ہے کہ یہ فعل ممنوع اور باعث ناراضی حکام ہوتا ہے اور ناراضی موجب سزا ہے، لہٰذا چور کو سزا ہوگی۔

دین کے کاموں میں کیوں ان مقدمات کی ترتیب نہیں کی جاتی اور یہی نتیجہ کیوں نہیں نکالا جاتا؟ اب علاقہ مصائب اور معاصی میں سمجھ میں آ گیا ہوگا، پس عقلاً اور عرفاً یہ بات کچھ بعید نہیں رہی کہ گناہ پر سزا ہو اور مصیبتیں نازل کی جاویں۔

غرض امکان اس کا ثابت ہو گیا کہ ایسا ہو سکتا ہے کہ گناہ کی پاداش میں مصائب بھیجے جاویں، پھر شریعت نے اس کی خبر دی ہے کہ ایسا واقع بھی ہوتا ہے تو اب اس میں کیا استبعاد (مشکل) رہا؟ اور اس کے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

اسباب مصیبت: مگر یہ بھی تو دیکھو کہ ہوا میں سمیت (زہریلا پن) کیوں پیدا ہوئی، سو اس کی وجہ یہ ہے کہ حاکم حقیقی نے اس میں سمیت پیدا کر دی اور اس کے پیدا کرنے کا سبب مخلوق کے گناہ ہوئے تو محض چوہوں کے مارنے پر اکتفا نہ کرنا چاہیے، بلکہ جن جرائم کی وجہ سے طاعون ہوا تھا ان کو بھی چھوڑنا چاہیے اور ایک طاعون کیا، سب مصیبتیں ہمارے جرائم اور اعمال کی وجہ سے آتی ہیں:

ہوا، آگ، پانی سب خداوند کریم کے حکم کے تابع ہیں، ان کو جب حکم ہوتا ہے جیسا

حکم ہوتا ہے، کرتے ہیں

خاک و آب وباد وآتش بندہ اند

بامن وتو مردہ باحق زندہ اند

ہمارے سامنے مردہ ہیں، ورنہ سب زندہ اور تابع حکم ہیں۔

مسلمانوں پر نزول مصائب کا سبب

اسی طرح یہاں بھی ایک سچے مخبر کی ضرورت ہے، جو یہ بتلادے کہ گناہوں کی وجہ سے بلائیں نازل ہوتی ہیں، سوسنو! وہ سچا مخبر قرآن ہے، جس میں حق تعالیٰ کا ارشاد موجود ہے: وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُوا عَنْ كَثِيْرٍ
کہ تم کو جو کچھ مصیبت پہنچتی ہے تمہارے ہاتھوں کے کرتوت سے پہنچتی ہے اور حق تعالیٰ بہت سے گناہوں سے درگذر کردیتے ہیں، پس یہ کیوں نہ کہا جائے کہ سبب اس طاعون کا ہماری بدعملی اور سیہ کاری ہے۔

یہاں ایک سخت مرحلہ ہے، جس نے علماء کو بھی پریشان کررکھا ہے، چناں چہ ابھی میرے پاس ایک خط آیا تھا، جس میں سخت گندے مضامین تھے، کہ کیا آج وہ آیتیں اور وہ وعدے سب منسوخ ہوگئے جو قرآن میں مسلمانوں سے کیے گئے تھے؟ ﴿وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کہ مسلمانوں کی امداد ہمارے اوپر لازم ہے، آج کل تو کفار کی امداد کی جارہی ہے، جس سے شبہ ہوتا ہے کہ خدا ان ہی کا طرف دار ہے اور ایسے ہی واہی تباہی مضامین تھے اور ان حضرات کو یہ شبہات پیدا ہوئے، ترکوں کے معاملات میں اخبارات دیکھنے سے اور ترکوں کی شکست کی خبر آنے سے۔

تو میں نے ان کے خط کا تو یہ جواب لکھ دیا ہے کہ ذرا منھ سنبھال کر باتیں کرو، خدا کی شان میں گستاخی نہ کرو، بڑے ترکوں کے طرف دار خدا سے بھی زیادہ بنتے ہو، پہلے ان کی حالت تو دیکھو کہ ترکوں کی حالت آج کل کیا ہے اور ان میں اسلام کس قدر باقی ہے!! مجھے واللہ ترکوں کی نسبت یہ الفاظ لکھتے ہوئے شرم آتی تھی کہ اپنے بھائیوں کے عیب کو میں کھولوں، مگر اس شخص کے ایمان کی

حفاظت کے لیے مجھے ایسا کرنا پڑا، کیوں کہ اگر میں یہ نہ لکھتا تو اس کے ایمان کی خیر نہ تھی۔

انبیاء اور پہلے مقبولین ایک مدت تک: "مستھم الباساء و الضراء" (یعنی ان کو لڑائی اور بیماری کی تکلیف پہنچی) کی حالت میں اور ایسی بڑی بڑی مصیبتوں میں رہے کہ ایسی مصیبتیں ہم لوگوں کو کبھی پیش بھی نہیں آئیں، مگر آج ترکوں کی ذرا سی حالت میں لوگوں کو خدا تعالیٰ سے بدگمانی ہونے لگی۔

یاد رکھو! خدا تعالیٰ پر کبھی کسی کو بدگمانی کا حق نہیں، ان کی حکمتوں کے راز کسی کو کیا معلوم، آپ اپنے خانگی معاملات کے راز اپنے نوکروں کو نہیں بتلاتے، حالاں کہ آپ میں اور ان میں بہت تقارب ہے، مگر اس کے باوجود بھی اپنا بھید آپ نوکروں کو نہیں بتلاتے، تو خدا کیوں آپ کو اپنے معاملات کے راز بتلا دیں؟! آپ میں اور خدا میں تو کچھ بھی مناسبت نہیں، چہ نسبت خاک را با عالم پاک؟ (خاک کو عالم پاک سے کیا نسبت؟)۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اور معرفت اور اس کے ذکر وشغل کی طرف متوجہ ہو، اسرار حقیقت اور اللہ تعالیٰ کی حکمتوں کے راز معلوم کرنے کو ترک کرو، کسی شخص نے اس معمہ کو نہ حل کیا اور نہ کوئی کر سکے گا۔

قرابت داروں پر خرچ کرنا

عن ابن عمر: ما انفق الرجل علی نفسه و اهله یحتسبها إلا آجره الله تعالیٰ فیها ، و ابدأ بمن تعول، فان کان فضلا فالاقرب الاقرب، و ان کان فضلا فناول۔

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: کہ آدمی اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر ثواب سمجھ کر جو کچھ بھی خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس خرچ کرنے پر آدمی کو اجر ہی دیتا ہے اور اس شخص سے شروع کر جس کی تو پرورش کرتا ہے، جب بچ جائے تو قرابت دار کو درجہ بدرجہ دے اور اگر پھر بھی بچ جائے تو دے دے (جس کو چاہے)۔ (ابوداؤد: ۱/۲۳۶)

موجودہ حالات میں

مسلمانوں کے لئے لائحہ عمل

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

ہمارا یقین ہے کہ اسلام دین حق ہے، اور یہ اللہ تعالیٰ کا نازل کیا ہوا ابدی پیغام ہے، جو سچائی اور انصاف پر مبنی اور دنیا و آخرت کی بھلائی کا ضامن ہے؛ اس لئے ہمیں دین کے معاملہ میں پوری طرح ثابت قدم رہنا چاہئے، مسلمان اس سے کہیں بڑے بڑے امتحان سے گزر چکے ہیں، وقتی طور پر وہ کچھ دشواریوں سے ضرور دوچار ہوئے؛ لیکن ایمان پر ثابت قدمی اور دین پر جماؤ کی وجہ سے ان کی شناخت اور پہچان کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا جاسکا؛ بلکہ دین سے ان کا تعلق اور بڑھ گیا، اور یہ عہد صحابہ سے ہوتا رہا ہے۔

اِس وقت بھی یہی صورتِ حال ہے کہ اسلام دشمن طاقتیں متحد ہوگئی ہیں اور وہ مسلمانوں کو خوف و دہشت میں مبتلا کرنا چاہتی ہیں، گوکشی، جے شری رام اور وندے ماترم کہلانے کے عنوان سے جابجا مسلمانوں پر حملے کئے جارہے ہیں، نامنصفانہ قتل کے واقعات پیش آرہے ہیں، بعض جگہ مسلمانوں کا بائیکاٹ بھی کیا جارہا ہے، یہ سب مشرکین مکہ کے رویہ کے بازگشت ہے، اس طرح کے واقعات پیش آتے رہے ہیں اور پیش آتے رہیں گے۔

افسوس کہ گذشتہ چند ہی دنوں میں بہت سے مسلمان کہلانے والوں کی زبان بدل گئی اور وہ ظالم کو ظالم کہنے سے بھی کترانے لگے؛ حالاں کہ یہ بہت بڑا جہاد ہے، حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: سب سے بڑا جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق بات کہنا ہے **ان من اعظم الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر** (ترمذی) مومن کی شان یہ ہے کہ

آزمائشوں کی وجہ سے نہ اس کا ضمیر بدلے اور نہ اس کی زبان تبدیل ہو؛ بلکہ وہ ہر حال میں باطل کی مزاحمت جاری رکھے، اور انصاف اور سچائی کے خلاف کوئی بات قبول نہیں کرے۔

آر ایس ایس ایک زمانہ سے اپنے کارکنوں کو اپنی حفاظت آپ کرنے کی بلکہ فساد مچانے کی تربیت دے رہی ہے؛ حالاں کہ ان کو کوئی خطرہ نہیں ہے؛ البتہ موجودہ حالات میں مسلمان، دوسری اقلیتیں اور دلت ضرور اس خطرہ سے دو چار ہیں، مسلمانوں کے خلاف مسلسل نفرت انگیز تقریریں کی جا رہی ہیں اور ان پر ہجومی حملے کئے جا رہے ہیں، اس لئے قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے پُر امن طریقہ پر مسلم تنظیموں اور اداروں کو نوجوانوں کی جسمانی تربیت کرنی چاہئے، اور اس کے ساتھ ساتھ انھیں سمجھانا چاہئے کہ وہ اپنی طاقت کا استعمال سماوی آفات کے موقع پر لوگوں کو بچانے اور ظالموں کے مقابلہ میں مظلوموں کی مدد کرنے کے لئے کریں۔

ایک اور ضروری کام یہ ہے کہ ہر سطح پر برادرانِ وطن کے ساتھ اپنے تعلقات کو بہتر بنایا جائے، اس کے لئے تعلیمی اداروں میں پڑھنے والے طلبہ اور پڑھانے والے اساتذہ، غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ کام کرنے والے ملازمین، تاجرین اور مختلف شعبہ ہائے زندگی میں کام کرنے والے حضرات کے تربیتی پروگرام رکھے جائیں، خاص طور پر مذہبی اور نیم مذہبی تنظیمیں اس کام کو اپنے ذمہ لے لیں، ان پروگراموں میں مسلمانوں کو بتایا جائے کہ اسلام میں انسانی اُخوت کا تصور کس قدر وسیع ہے؛ تمام اخلاقی تعلیمات میں مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کو ایک ہی درجہ پر رکھا گیا ہے، بڑوں کی توقیر، چھوٹوں کے ساتھ شفقت، غریبوں کی مدد، بیماروں کی مزاج پرسی، گاہکوں کے ساتھ ایمان داری، عورتوں کا احترام، بوڑھوں کا لحاظ، مسافروں کی مدد، معاملات میں دیانت داری و ایمان داری، مظلوموں کی داد رسی، مصیبت زدہ لوگوں کے ساتھ ہمدردی و غم خواری، غرض کہ انسانی سلوک کے معاملہ میں مذہب کی بنیاد پر اسلام نے کوئی تفریق نہیں رکھی ہے، خود مسلمانوں کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے، بعض دفعہ ایک آٹو والے کی ایمانداری ایک پورے خاندان پر مسلمانوں کے تئیں گہرے خوشگوار نقوش چھوڑ جاتی ہے، نفرت کا جواب محبت ہی ہے نہ کہ نفرت!

تعلقات بہتر ہوتے ہیں میل جول سے، اب صورتِ حال یہ ہے کہ اکثر شہروں میں ہندو اور مسلم آبادیاں الگ الگ ہوگئی ہیں، جان ومال، عزت وآبرو اور دین وثقافت کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے یہ بات بہتر بھی محسوس ہوتی ہے؛ لیکن ایک ہی سماج میں رہنے والوں کے درمیان تعلق رہنا بھی ضروری ہے؛ اس لئے اب میل جول کی صورت یہی ہے کہ مختلف تقریبات کے عنوان سے غیر مسلم بھائیوں کو مدعو کیا جائے ، جیسے : شادی بیاہ ، رمضان المبارک ، یوم آزادی ، یوم جمہوریہ، میلادالنبی وغیرہ، اوراس میں اسلام اور مسلمانوں کی صحیح تصویر پیش کی جائے۔

اسی طرح بہتر تعلقات کا ایک ذریعہ حسن سلوک ہے، ہاسپٹلوں میں پہنچ کر بیماروں اور تیمارداروں کے لئے کھانا، پھل اور دواؤں کی فراہمی، گرما کے موسم میں مسافروں اور راہ گیروں کے لئے ٹھنڈے پانی کا انتظام، ٹھنڈک میں غرباء کے درمیان کمبلوں کی تقسیم، گاؤں میں بورویل کا انتظام، جس سے تمام فرقوں کے لوگ فائدہ اُٹھاسکیں، مسلم انتظامیہ کے تحت چلنے والے اسکولوں میں غیر مسلم بچوں کو داخلہ دینا، تمام طبقات کے لئے فری کلینک کھولنا، غرض کہ حسن سلوک کی مختلف صورتیں ہیں، جن کے ذریعہ آپ برادران وطن کا دل جیت سکتے ہیں، ایسے ہی کاموں میں غریب بچوں کے لئے بک بینک قائم کرنا بھی شامل ہے۔

انسان جن لوگوں کے درمیان رہتا ہو، اگر ان سے تعلقات بہتر نہ ہوں اور ہر وقت خوف ودہشت اور نفرت وعداوت کی فضا ہو، تو کوئی ترقیاتی کام نہیں ہوسکتا؛ اس لئے یہ بے حد ضروری ہے کہ سَنگھ پریوار کے لوگ نفرت پیدا کرنے کے لئے جتنی طاقت لگاتے ہیں، مسلمان اس زہر کے علاج کے لئے اس سے زیادہ محنت کریں، اس کے لئے خود مسلمانوں کو باشعور بنایا جائے، اوراس مقصد کے لئے مسلم وغیر مسلم مشترک پروگرام رکھے جائیں۔

ایک اور اہم بات یہ ہے کہ اس وقت اسلام کے خلاف پروپیگنڈے اپنے شباب پر ہیں، اوران کے لئے دوشعبوں کو ہتھیار بنایا جارہاہے، ایک: میڈیا، دوسرے: تعلیم، تعلیم کے ذریعہ فرقہ پرستی کا زہر پڑھے لکھے لوگوں تک پہنچتا ہے اور میڈیا کے ذریعہ ہر عام وخاص تک نفرت کا

پیغام پہنچایا جارہا ہے، جو لوگ سچائی سے واقف نہیں ہیں، وہ جھوٹ کو سچ سمجھنے پر مجبور ہیں، یہ پروپیگنڈے عام طور پر تین طرح کے ہیں، ایک تو اسلام کے بارے میں، جیسے: اسلام کا تصورِ جہاد، یہاں تک کہ اب تو کلمۂ طیبہ پر بھی اعتراض کیا جارہا ہے، دوسرے: ہندوستان کی مسلم تاریخ ،تیسرے: ملک کے مسلمانوں کا رویہ، پہلے قسم کے اعتراضات تو صد فیصد غلط ہوتے ہیں، اور انھیں معمولی غور وفکر کے ذریعہ سمجھا جاسکتا ہے، دوسرے اور تیسرے قسم کے اعتراضات میں کچھ صداقت بھی ہوسکتی ہے؛لیکن زیادہ تر غلط فہمی ہی ہوتی ہے۔

ان غلط فہمیوں کو دُور کرنے اور جانتے بوجھتے غلط پروپیگنڈوں کا اثر دور کرنے کے لئے دو باتیں ضروری ہیں، اول: یہ کہ ہندو شدت پسند تنظیموں کی طرف سے جو خلاف واقعہ باتیں پیش کی جارہی ہیں تعلیمی اور تحقیقی ادارے ان کی مدلل اور سنجیدہ تردید کی طرف متوجہ ہوں اور ان کے سوالات کا تحقیقی جواب اس طرح دیں کہ قرآن وحدیث کا مواد بھی اُن کے سامنے رہے اور جو معترضین ہیں اُن کی مذہبی کتابیں اور تاریخ بھی سامنے ہوں، وہ اپنے گھر سے بھی واقف ہوں اور فریق مخالف کے گھر میں بھی جھانکنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔

افسوس کی بات ہے کہ آج کل ہمارے مدارس اور جماعتی مراکز میں مسلکی جھگڑوں پر تو خوب توجہ دی جاتی ہے، یہاں تک کہ طلبہ کو تقریر وتحریر کے تربیتی پروگراموں میں دوسرے مسلک کے خلاف اشتعال انگیز اور تمسخر پر مبنی تقریر وتحریر کے لئے تیار کیا جاتا ہے ؛لیکن باہر سے اسلام پر جو یلغار ہورہی ہے، اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی؛ حالاں کہ سلف صالحین نے ہمیشہ اس میدان کو اپنی علمی کاوشوں کا خاص موضوع بنایا ہے، دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، ندوہ کے بانی حضرت مولانا سید محمد علی مونگیریؒ، مدرسہ صولتیہ کے مؤسس حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ، جامعہ نظامیہ کے بانی حضرت مولانا انوار اللہ فاروقیؒ، جماعت اہل حدیث کے اپنے زمانہ کے سب سے بڑے عالم اور قائد حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، جماعت اسلامی کے بانی مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ،

دارالمصنفین اعظم گڑھ کے بانیان علامہ شبلی نعمانیؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ ، ان سب ہی حضرات نے اپنے عہد کی ضرورت کے مطابق اسلام پر باہر سے ہونے والی یلغار کو اپنی علمی اورفکری جدو جہد کا اولین ہدف یا خصوصی ہدف بنایا ہے، آج بھی ضرورت ہے کہ علماء اور دینی علوم سے واقف مسلمانوں اصحاب دانش اس پر توجہ دیں۔

اس کے تدارک کے لئے ضروری کام یہ ہے کہ اسلام مخالف مواد کے جوابات کو سیمیناروں ، سمپوزیموں ، جلسوں ، کانفرنسوں ، مسلم اور غیر مسلم مشترکہ پروگراموں کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ پھیلائے جائیں، جیسے لوگ نماز روزہ کے بنیادی مسائل سے واقف ہوتے ہیں، اسی طرح کوشش کی جائے کہ ہر پڑھا لکھا مسلمان ان سے واقف ہوجائے؛ تاکہ وہ خود احساس کمتری میں مبتلا نہ ہو اور دوسروں کی غلط فہمی دُور کرنے کے لائق ہو سکے، یہ بہت دشوار بھی نہیں ہے؛ کیوں کہ ایسے مسائل بحیثیت مجموعی پندرہ بیس ہیں ، اگر مساجد کے بیانات ، سیرت کے جلسوں ، دینی مدارس کے پروگراموں ، مسلم تنظیموں کے اجتماعات میں ان مسائل پر گفتگو کی جائے تو ضروری باتیں اکثر مسلمانوں تک پہنچ جائیں گی۔

طابع وناشر وایڈیٹر (مولانا) محمد سلمان (صاحب) ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور
نے سہارنپور الیکٹرک پریس سہارنپور سے چھپوا کر
دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور سے شائع کیا

خریدار حضرات سے!

اگر آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہو تو فوراً 150/ روپئے ارسال فرمائیں۔
خط وکتابت کرتے وقت اپنا پتہ انگریزی میں اور خریداری نمبر لکھنا ہرگز نہ بھولیں۔
ہمارے دفتر سے براہ راست رابطہ کیلئے 0132-2655542 فون نمبر ملائیں (ادارہ)

Ph. : (01336) 222429
Fax : (01336) 222768
بسم اللہ الرحمن الرحیم
Web : www.darululoom-deoband.com
Email: info@darululoom-deoband.com

دار العلوم دیوبند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

حوالہ 533 التاریخ..........

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

حضرت مولانا سلمان صاحب مظاہری زید مجدکم!
ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب نور اللہ مرقدہ کے سانحۂ ارتحال کی خبر سے ہم سب خدام دار العلوم واساتذۂ کرام کو بے حد صدمہ ہوا "إنا للہ وإنا إلیہ راجعون". حضرت مولاناؒ کی نسبت اور ان کی تصوفانہ زندگی نمونۂ اسلاف تھی، جو پورے علاقہ اور خصوصاً مظاہر علوم کے لیے بڑی سعادت کی بات تھی، کہ علاقہ میں ایسی بزرگ اور بڑی شخصیت موجود تھی۔ حضرتؒ دار العلوم دیوبند کے معزز رکن شوریٰ تھے اور بحالت صحت شوریٰ میں شرکت فرماتے رہے۔ حضرتؒ طویل علالت کے بعد اس دار فانی سے رخصت ہوکر اپنے تمام متعلقین و منتسبین کو داغ مفارقت دے کر مالک حقیقی سے جا ملے۔

اس صدمہ کی گھڑی میں ہم خدام دار العلوم دیوبند آنجناب کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتے ہوئے دعا گو ہیں کہ اللہ ذو الجلال والاکرام حضرت مولاناؒ کی حسنات کو قبول فرماتے ہوئے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ ان کی رحلت سے جو خلاء علاقہ میں پیدا ہوا ہے اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔ تمام متعلقین واہل خانہ صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

حضرت مہتمم صاحب دامت برکاتہم سفر حج میں تشریف لے گئے ہیں اور انھوں نے وہیں سے تعزیت پیش فرمائی ہے ان کی طرف سے بھی تعزیت مسنونہ قبول فرمائیں۔ حضرت مولانا عبد الخالق صاحب سنبھلی نائب مہتمم دار العلوم دیوبند کی معیت میں ایک وفد کو جنازہ میں شرکت کے لیے بھیجا گیا تھا۔

والسلام

(مولانا) عبد الخالق مدراسی
قائم مقام مہتمم دار العلوم دیوبند
۱۴۴۰/۱۲/۱۹ھ = ۲۰۱۹/۸/۲۱ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Mohammad Rabey Hasani Nadwi
P.O. Box No. 93 - LUCKNOW - 226007 (INDIA)
Phones: (0522) 2740151, 2741316, Fax: 2741221, 2741231
E-Mail : Rabeynadwi@yahoo.com

محمد الرابع الحسني الندوي
ندوة العلماء ص - ب -٩٣- لكهنؤ (الهند)
هاتف: (٠٥٢٢) ٢٧٤٠١٥١، ٢٧٤١٣١٦ فاكس: ٢٧٤١٢٢١، ٢٧٤١٢٣١

التاريخ : .... الرقم : ....

بسمہ سبحانہ

از دائرہ حضرت شاہ علم اللہ تکیہ کلاں رائے بریلی

گرامی منزلت جناب مولانا سید محمد سلمان صاحب مظاہری ناظم مظاہر علوم سہارنپور زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ مزاج بخیر ہوگا،
حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کے حادثۂ وفات نے
ہم سب کو بہت متاثر کیا، تعزیت کے لئے خود حاضر ہونے کا
طبیعت پر بڑا تقاضہ ہوا، لیکن صحت اس کی بالکل
متحمل نہیں ہے اس لئے اپنے قریبی افراد خاندان عزیزان
مولوی بلال و مولوی محمود، مولوی عمیر، مولوی معاذ اور عزیزی رشید احمد سلمہم
کے سفر کا نظام طے کیا گیا وہ میرے احساسات کی ترجمانی
کر رہے ہیں، عزیزی رشید احمد سلمہ پر حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کی
بڑی شفقت و توجہ تھی اور انہیں بھی ان سے بڑا تعلق رہا ہے
یہ عزیز القدر مولوی محمد حمزہ حسنی سلمہ کے بیٹے اور میرے نواسے ہیں،
آپ سے مولوی معاذ کاندھلوی صاحب کے ذریعہ فون پر
بات ہو گئی تھی، اور ایک بیان بھی جاری کیا تھا جو سنا بھی
گیا اور اخبارات میں بھی شائع ہوا، ان شاء اللہ مضمون بھی
لکھیں گے،

معلوم ہوا کہ جناب مولانا محمد سعد صاحب حج کے سفر پر ہیں،
مولوی شریف صاحب بارہ بنکوی سے معلوم ہوا کہ دو تین دن میں ان شاء اللہ
واپسی ہوگی ان کی خدمت میں بھی سلام و تعزیت مسنون پیش ہے
آپ حضرات پر حضرت مولانا طلحہ صاحب کی وفات سے جو ذمہ داری
بڑھ گئی ہے اس میں اللہ تعالیٰ آپ حضرات کا ناصر و معین ہوگا،
ہم آپ حضرات کے لئے دل سے دعا کرتے ہیں اور آپ حضرات سے
بھی اس کی توقع رکھتے ہیں کہ ہم اس کے بہت زیادہ محتاج ہیں،
اہل خانہ وافراد خاندان کو سلام و تعزیت پیش ہے۔ والسلام

مخلص
محمد رابع حسنی ندوی

حضرت پیر و مرشد مولانا محمد طلحہ صاحب رحمہ اللہ

شخصیت وکمالات

مولانا مفتی عبداللہ معروفی
استاذ دارالعلوم دیوبند

آہ! اب تک تو ہمارے یہ قلم وزبان اپنی محسن ومحبوب شخصیت حضرت اقدس مولانا پیر محمد طلحہ صاحب کاندھلوی کا نامِ نامی اسمِ گرامی لینے کے بعد ''مدظلہم'' اور ''دامت برکاتہم'' جیسے دعائیہ الفاظ لکھنے اور بولنے کے عادی تھے، لیکن اب انھیں اپنی عادت بدل کر ''رحمہ اللہ''، ''نوراللہ مرقدہ'' اور ''قدس سرہ'' جیسے دعائیہ الفاظ لکھنے اور بولنے ہوں گے، اس تصور سے کہ اب ہمارے حضرت ہمارے درمیان نہیں رہے کلیجہ منہ کو آتا ہے، لیکن ''و کل شیء عنده بمقدار''، ''وإن أجل اللّٰه إذا جاء لا يؤخر''۔

ولادت: آپ کی ولادت باسعادت ۲ / جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۶۰ھ، مطابق ۲۸ / مئی سنہ ۱۹۴۱ء، یومِ شنبہ کو بہ مکان آپ کے نانا حضرت مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ، بنگلہ والی مسجد، نظام الدین دہلی ہوئی۔

آپ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند ہیں، خاندانی اعتبار سے صدیقیان جھنجھانہ وکاندھلہ سے آپ کا تعلق ہے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہیں، جیسا کہ حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے اپنی آپ بیتی میں اجمالاً اور تاریخ کبیر میں تفصیل سے تحریر فرمایا ہے، اوپر دسویں پشت میں ایک بڑے نامور عالم مولانا محمد اشرف صاحب گذرے ہیں، ان کے فرزند گرامی مولانا محمد شریف صاحب تھے جن کے ایک بیٹے مولانا عبدالقادر تھے جن کی اولاد میں مفتی الٰہی بخش، ان کے نامور بھتیجے متقی روزگار حضرت مولانا مظفر حسین کاندھلوی ہیں، حضرت جی مولانا انعام

الحسن، حضرت مولانا صوفی افتخار الحسن رحمہم اللہ جیسے اہل فضل و کمال ہیں، اور دوسرے بیٹے مولانا محمد فیض صاحب تھے جن کا قیام جھنجھانہ میں رہا، ان کی اولاد میں مولانا محمد اسماعیل کاندھلوی، مولانا یحییٰ کاندھلوی، داعی کبیر حضرت مولانا الیاس کاندھلوی، ان کے صاحبزادے حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی ہیں، حضرت مولانا یحییٰ والیاس صاحبان سگے بھائی ہیں، مولانا یحییٰ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کے والد اور ہمارے حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب کے دادا ہیں۔

تعلیم: حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بندہ کی تعلیم ابتدائی قرآن پاک حفظ نظام الدین اور سہارن پور دونوں جگہ ہوتا رہا، پھر مشورہ سے مستقل طور پر حافظ صدیق صاحب مرحوم مرزا پور پول کا نام آپ کے استاذ حفظ کے لئے تجویز ہوا، حفظ کی تکمیل ۱۶ / رجب المرجب سنہ ۱۳۷۵ھ/ مطابق ۲۹ / فروری سنہ ۱۹۵۶ء کو رائے پور میں حضرت اقدس شاہ عبد القادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں ہوئی، اور پہلی محراب رمضان سنہ ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۹۵۷ء میں مسجد شاہ جی والی دہلی میں سنائی۔ (شیخ الحدیث مولانا زکریا اور ان کے خلفاء، ۲ / ۹۰ تا ۹۳)

فارسی کی تعلیم کا آغاز ۲ / جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۷۶ھ، مطابق ۵ / دسمبر ۱۹۵۶ء کو سہارنپور میں ہوا، یکم شعبان ۱۳۷۶ھ میں فارسی کی تکمیل کے بعد عربی کی ابتدائی تعلیم کے لئے نظام الدین گئے، وہاں مختلف اساتذہ سے تعلیم حاصل کر کے سنہ ۱۳۸۱ھ میں بغرض تعلیم پھر سہارن پور آئے، اور مدرسہ مظاہر علوم میں داخلہ لے کر شرح جامی، ہدایہ اولین، مقامات حریری، حسامی اور مطول پڑھیں، باقی ساری کتابیں مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین میں ہی مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔

دورۂ حدیث بھی آپ نے ۱۳۸۳ھ میں مدرسہ کاشف العلوم میں پڑھا، بخاری شریف آپ نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ سے، طحاوی شریف حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ سے، سنن ترمذی و صحیح مسلم حضرت مولانا عبید اللہ بلیاویؒ سے، ابوداود شریف حضرت مولانا اظہار الحسن صاحبؒ سے پڑھی، اور بقیہ کتب مولانا منیر الدین صاحب، مولانا یعقوب صاحب سہارن پوری، مولانا صدیق صاحب اٹاوڑی سے پڑھیں۔

اکابر کی آپ پر شفقتیں اور عنایات

والد گرامی حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کی طرح ہمارے حضرت پیر صاحبؒ بھی وقت کے حضرات اکابر اور اہل اللہ کی محبت وشفقت بھری نظروں، توجہات اور عنایات کے مورد ومرکز بنے رہے، جس کی کچھ جھلکیاں حسب ذیل ہیں:

(الف) سب سے پہلے آپ کو اپنے نانا جان داعیٔ کبیر حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمہ اللہ کی شفقت وخیر خواہی بھری وہ "نگاہِ مردِ مومن" میسر آئی جس سے تقدیریں بھی بدل جایا کرتی تھیں، حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے، رات میں تو میں والدہ کے پاس ہوتا، چوں کہ روتا بہت تھا اس لئے والدہ کی نیند پوری نہیں ہوتی تھی، صبح کو نانا جان چند نہالچے سمیت مجھے باہر منگوا لیتے تھے، خود بھی نگہداشت رکھتے اور آپ کے جاں نثار اولوالعزم بڑے بڑے اصحابِ باطن ذاکرین ومبلغین بھی میری دیکھ ریکھ کیا کرتے تھے، حضرت مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ کو آپ جان سے بھی زیادہ عزیز تھے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"میرا لڑکا عزیز طلحہ غالباً دوڈھائی برس کا تھا، نظام الدین میں اتنا شدید بیمار ہوا کہ مایوسی کی حالت ہوگئی اور ان (مولانا الیاسؒ) کو کسی تبلیغی جلسے میں تشریف لے جانا تھا، جاتے ہوئے غالباً قاری داؤد مرحوم سے یا اسی نوع کے کسی اور سے، ہمارے مدرسے کے مدرس حدیث مولوی یونس صاحب کہتے ہیں کہ مجھے مولوی یونس میواتی مرحوم یاد ہیں اور بعض لوگوں کو میاں جی موسیٰ کا نام یاد ہے، کہا کہ دیکھ اگر میری واپسی سے پہلے طلحہ مر گیا تو اتنا ماروں گا کہ یاد رکھو گے، ان واقعات میں کچھ اشکال نہیں، ممکن ہے کہ چچا جان کو یہ کشف ہوا ہو کہ اس کی صحت فلاں کی زوردار دعا پر موقوف ہے، اس لیے یہ سخت لفظ کہے، (اس کی تائید اس حدیث پاک سے ہوتی ہے) **"ان من عباد اللہ من لو اقسم علی اللہ لابرہ وکما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام"۔** اللہ تعالیٰ کے بعض بندے ایسے ہیں کہ

اگر وہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھا بیٹھیں تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور پورا فرماویں گے۔ (آپ بیتی نمبر ص ۴۵۰)

(ب) شیخ العرب والعجم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ نے تو اپنی بے پناہ شفقت ونوازش سے آپ کو ''پیر صاحب'' کا لقب دے رکھا تھا جو واقعتاً ایک صاحب نظر کی نگاہِ دوربیں کا ادراک تام تھا، جس کا قصہ بھی حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی زبانی یوں پیش آیا:

''ایک مرتبہ بچپن میں میں اپنے کتب خانے پر بیٹھا بچوں کو بیعت کر رہا تھا، جیسا کہ بچے کھیل میں مختلف طرز کے کھیل کھیلتے ہیں، میرے لئے یہ ایک کھیل تھا، اتنے میں حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ کا تانگا آ گیا، حضرت تانگے سے اترے اور مجھے جو بیعت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا ''مجھے بھی بیعت کرلیں'' میں نے بلا توقف کے کہہ دیا: ''آجائیے'' اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کو بیعت کرلیا، اس کے بعد سے میرا ''پیر صاحب'' کا لقب پڑ گیا، اور حضرت قدس سرہ ازراہِ شفقت ''پیر صاحب'' کہہ کر ہی پکارا کرتے تھے''۔ (حضرت شیخ اور ان کے خلفاء ۲/ ۱۰۸)

فرماتے ہیں کہ حضرت مدنی قدس سرہ کثرت سے کچے گھر تشریف لاتے تھے، اور ان کی شفقتیں اس قدر تھیں کہ میرے بغیر وہ کھانا نہیں کھاتے، بہت سی مرتبہ ایسے واقعات پیش آئے کہ دستر خوان پر روٹی رکھی گئی، ایک قسم کا سالن بھی آ گیا، حضرت والد صاحب قدس سرہ حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ سے فرماتے: ''شروع فرمادیں''، اس پر حضرت مدنی رحمہ اللہ فرماتے: ''پیر صاحب آئیں تو شروع کروں گا''، اس پر حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے: ''میں بوڑھا باپ کھانا لاؤں، اس کو اپنے پاس بیٹھالو''، اس پر حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ فرماتے ''کیا جلدی ہے؟ شروع کرلیں گے'' اور حضرت میرا انتظار فرماتے رہتے، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ کھانا پہلے میں شروع کر دیتا اور حضرت شیخ الاسلامؒ بعد میں شروع فرماتے، کبھی حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ دیکھ لیتے تو فرماتے کہ: ''حضرت سے پہلے تو نے ہی شروع کر دیا؟'' بہت سی مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت قدس سرہ نے فرمایا: ''جلدی کر شروع، کیا مجھے پٹوائے گا؟''

اسی سلسلہ کا ایک قصہ جسے راقم الحروف نے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی زبان سے بارہا سنا ہے، یہ ہے کہ سنہ ۴۷ھ میں حضرت شیخ رحمہ اللہ کی سب صاحبزادیاں حج کو گئیں، حضرت مولانا محمد یوسف و مولانا انعام الحسن رحمہما اللہ سمیت خاندان کے تینتیس افراد تھے، گیارہ مرد، گیارہ عورتیں، گیارہ بچے، ان میں حضرت پیر صاحب بھی تھے، خوش قسمتی سے حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ بھی اسی بحری جہاز میں تھے جس میں یہ قافلہ جارہا تھا، ایک دن لوگوں نے حضرت مدنی رحمہ اللہ سے وعظ کی درخواست کی، حضرت آمادہ نہیں ہورہے تھے، قافلہ میں بعض حضرات کو یہ معلوم تھا کہ حضرت اقدس مدنی قدس سرہ طلحہ کی بڑی قدر فرماتے ہیں اور پیر صاحب کہتے ہیں، چنانچہ انھیں ساتھ لے جاکر ان سے ہی وعظ کہنے کی درخواست گذروادی، بس کیا تھا؟ حضرت نے فرمایا: بھائی اب تو کہنا ہی پڑے گا، اب تو پیر صاحب نے حکم دے دیا، سچ ہے اللہ والوں کی زبان سے نکلی ہوئی بات رائیگاں نہیں جاتی، اللہ تعالیٰ نے آپ کو واقعی پیر کے طور پر امت کی خدمت کے لئے قبول فرمالیا، چنانچہ زندگی بھر کا اصل مشغلہ بیعت وارشاد، اورذکر وتلقین ہی ہو کے رہ گیا، اورآپ سچ مچ پیر علی الاطلاق ہوگئے۔

(ج) حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ تو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ سے انتہائی درجہ کی محبت وشفقت کا برتاؤ رکھتے تھے، بل کہ محبت وشیفتگی کا یہ معاملہ جانبین سے تھا، جو محتاجِ بیان نہیں ہے، اور تفصیل ''آپ بیتی'' میں دیکھی جاسکتی ہے، حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کے نزدیک تو شیخ کی گلی کا کتا بھی انتہائی عزیز تھا، تو بھلا صاحبزادۂ گرامی قدر کیوں کر نہ عزیز ہوں گے؟ چنانچہ ہمارے حضرت پیر صاحب قدس سرہ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ کی بھی بے پناہ شفقتوں اور توجہات وعنایات سے بہرہ ور ہوئے، اس سلسلہ کے چند واقعات درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت شیخ رحمہ اللہ آپ بیتی میں لکھتے ہیں کہ: ایک مرتبہ حسبِ معمول حضرت اقدس تشریف لے جارہے تھے، سامان بندھ چکا تھا، حضرت مصافحوں سے فراغ پر تشریف بری کے لئے اٹھ رہے تھے، میرے بچے ''طلحہ'' نے جب کہ اس کی عمر غالباً تین چار سال کے درمیان ہوگی

حضرت قدس سرہٗ کے کرتہ کا پلّہ پکڑ کر اپنے بچپن کی وجہ سے کہہ دیا کہ حضرت آج نہیں، حضرت فوراً چبوترے پر بیٹھ گئے، بھائی الطاف سے کہا سامان کھول دو، آج نہیں جانا ہے، میں نے ہر چند اصرار وتقاضا کیا کہ حضرت یہ ناسمجھ بچہ ہے اس کو خبر بھی نہیں کہ میں نے کیا کہا؟ بھائی الطاف سامان ہر گز نہیں کھلے گا، میرا تو بار بار یہ اصرار اور حضرت کا بار بار یہ ارشاد کہ سامان کھول دو، میں نہیں جاؤں گا، حضرتؒ نے فرمایا کہ اس گھر میں آج تک کسی بڑے چھوٹے کی زبان سے ''آج نہیں'' کا لفظ میں نے سنا ہی نہیں، آج پہلی دفعہ کان میں پڑ رہا ہے۔

(۲) بیعت : دوسرا واقعہ جو حضرت رائے پوری کی جانب سے خود پیش قدمی کرنے اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کے حکم سے پھر بیعت ہونے کا ہے، قارئین کو اندازہ ہوگا کہ ہمارے حضرت پیر صاحب نور اللہ مرقدہ کتنے خوش نصیب تھے کہ ایک ''شیخِ کامل'' جس کے یہاں حبِّ جاہ کا سر کٹا ہوا تھا، (وہ حب جاہ جو ابرار وصدیقین کے دل سے بھی سب سے آخر میں نکلتا ہے)؛ اقدامی طور سے توجہ ڈال کر بیعت کر رہا ہے، لیجئے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی زبانی سنئے:

''حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ ایک بار سہارنپور سے پاکستان تشریف لے جا رہے تھے، ہجوم کی کثرت کی وجہ سے بار بار حضرت کی چارپائی کمرہ سے باہر لائی جاتی تھی، اور مجمع کو بیعت فرمانے کے بعد چارپائی اندر کمرہ میں لے جائی جاتی، اسی دوران ایک بار حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے بندہ سے فرمایا: ''آجاؤ بھائی طلحہ تمہیں بھی بیعت کرلوں''، میں نے اپنی عادت کے مطابق کہ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا؛ کچھ عرض نہیں کیا اور خاموش رہا، حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ اس وقت موجود نہیں تھے، بعد میں میں نے یا کسی اور نے حضرت والد صاحب کو حضرت رائے پوری کا یہ جملہ پہونچایا تو والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا: ''ارے! تجھے تو خود درخواست کرنی چاہئے تھی، اور جب حضرت نے خود فرمایا تھا تب تو فوراً ہاں کرلینی چاہئے تھی، اب جب حضرت باہر تشریف لاویں تو بیعت کی درخواست کردیجئے اور اپنے ساتھ ہارون (بن حضرت مولانا یوسف) کو بھی بیعت کرالیجئے''، تائے ابا جی

مولانا اکرام الحسن نے کہا ''بھائی زبیر الحسن کو بھی اپنے ساتھ رکھیو'' کسی نے مولانا اجتباء الحسن بن مولانا احتشام الحسن کا نام بھی لے لیا۔

چنانچہ بعد مغرب حضرت کی چار پائی باہر آئی اور حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ بندہ کی طرف متوجہ ہوئے تو بندہ نے عرض کیا: ''ہم چاروں بیعت ہوں گے''، حضرت نے بہت دعائیں دیں اور مسرت کا اظہار فرمایا، اور ہم کو بیعت کرنا شروع کیا، مجلس کا عجیب سماں ہو گیا، پورا مجمع شریکِ بیعت ہوا، اور حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے تسبیحات بتلا کر فرمایا: ''ان تسبیحات سے آگے اپنے اپنے باپوں سے پوچھتے رہیو''، اس کے بعد حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی چار پائی پر تشریف لائے اور دونوں حضرات بہت دیر تک گفتگو فرماتے رہے، باتیں تو یاد نہیں کیا ہوئیں، پورا مجمع چار پائی پر جھک رہا تھا، بار بار حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ بندہ کی طرف اشارہ کر کے کچھ فرماتے اور حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے تھے کہ: ''حضرت اس کے لئے دعا فرماتے رہیں''۔

(۳) ایک مرتبہ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے مجھے زیتون کا ایک ڈبہ دیا اور فرمایا: ''اس کو گھر لے جانا، گھر والوں کو کھلانا اور خود کھانا، ابا جان کو نہ دینا، ورنہ مریدوں میں بانٹ دیں گے''، جب میں گھر آیا تو حضرت والد سے ساری باتیں نقل کر دیں جو حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ نے فرمائی تھیں، اس پر حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا : ''جا گھر میں لے جا''، میں نے اصرار کیا کہ نہیں یہاں ہی رکھ لیں، تو حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا کہ ''نہیں، لے جا، جب حضرت نے منع فرما دیا تو کیوں یہاں چھوڑو، جب تم اس ڈبہ کو کاٹو گے تو دو چار دانے مجھے بھی او پر دار التصنیف میں دے دینا، حضرت کا تبرک میں بھی چکھ لوں گا''۔

نکاح اور اولاد: حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: نکاح مورخہ ۱۸ / ربیع الثانی سنہ ۱۳۸۱ھ، مطابق ۱۹ / ستمبر سنہ ۱۹۶۱ء کو حضرت اقدس شاہ عبد القادر رائے پوری نور اللہ مرقدہ کی مجلس میں رائے پور میں ماموں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہ نے حضرت

مولانا افتخار الحسن صاحب کی صاحبزادی سے پڑھایا، اس مجلس میں تین نکاح ہوئے، ایک بندہ کا، دسرا مولانا ہارون رحمۃ اللہ علیہ کا مولانا اظہار الحسن صاحبؒ کی صاحبزادی سے، اور تیسرا مولانا محمد عاقل صاحب صدر مدرس مظاہر علوم کا میری ہمشیرہ سے، جس کی تفصیل آپ بیتی نمبر ۳ میں شادیوں کے ذیل میں ہے۔

حضرت پیر صاحبؒ کے کوئی صلبی اولاد نہیں ہوئی، پس ماندگان میں ایک سگی بہن حیات ہیں جو حضرت مولانا محمد سلمان صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم کی زوجہ محترمہ ہیں، نیز متعدد بہنوں کی اولاد اور اولاد کی اولاد موجود ہیں، ان کے علاوہ روحانی اولاد میں ہزاروں مسترشدین ومحبین ہیں جن میں چھہتّر (۷۶) خلفاء ومجازین بیعت ہیں۔

تجدید بیعت: حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ کے انتقال (۱۴/ ربیع الاول سنہ ۱۳۸۲ھ، مطابق ۱۶/ اگست سنہ ۱۹۶۲ء) کے بعد حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ سے معمولات کے متعلق ایک مدت کے بعد مولانا منور حسین صاحبؒ کے متوجہ کرنے پر ذکر کی اجازت لی، حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے فرمایا: ''ہاں پیارے! ضرور شروع کرلے، اور صبح کو جب میں اوپر (دار التصنیف) جاؤں تب پوچھ لیجئے''، پیر صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

دار التصنیف میں اپنی جگہ بیٹھ کر خود طریقۂ ذکر بتلایا اور یہی تجدید بیعت کے مترادف ہوگیا، چوں کہ حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کا معمول یہ تھا کہ حضرت رائے پوری نور اللہ مرقدہ اور حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی نور اللہ مرقدہ کے متوسلین کو ادباً بیعت نہیں کرتے تھے، اور فرمادیا کرتے تھے: ''جو کچھ پوچھنا ہو پوچھ لیا کرو، خدمت سے انکار نہیں''۔

اجازت وخلافت: ماہِ ربیع الاوّل سنہ ۱۳۹۳ھ میں آپ کو حضرت والد صاحب قدس سرہ کے جانب سے خرقۂ خلافت عنایت ہوا، جس کی منظر کشی خود حضرت پیر صاحبؒ یوں فرما رہے ہیں:

''بندہ کی نااہلیت کے باوجود محض اپنے حسنِ ظن سے ''کچے گھر'' کے چھوٹے چبوترہ پر مفتی محمود صاحب گنگوہی زید مجدہ، مولانا منور حسین صاحب بہاری زید مجدہ اور بعض خدام کی موجودگی

میں بعد عشاء شب جمعہ ۹۳ ۱۳ھ، رات گیارہ بجے کے قریب اجازت مرحمت فرمائی، بندہ کی سنہ ۹۲ ۱۳ھ میں مولانا ہارون صاحب اور گھر والوں کے ساتھ حج کی نیت سے حرمین شریفین حاضری ہوئی، شعبان میں جانا ہوا اور تقریباً چھ مہینے حرمین شریفین میں قیام کے بعد وطن سہارن پور واپسی ہوئی تو کچھ ہی دنوں کے بعد اجازت ہوئی، اجازت کے بعد حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ نے بہت لمبی چوڑی دعا کرائی اور وہ عمامہ بندہ کے سر پر رکھا جو حضرت اقدس مولانا خلیل احمد سہارن پوری نور اللہ مرقدہ نے حضرت والد صاحب کو اجازت کے وقت مدینہ طیبہ میں مرحمت فرمایا تھا، حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے سر پر حضرت سہارن پوری نور اللہ مرقدہ نے جب عمامہ باندھا اس کے بعد والد صاحب نے اسے انہیں پیچوں پر مع ٹوپی کے دھاگہ سے سی لیا تھا، اور جمعہ واعیاد میں استعمال فرمایا کرتے تھے۔ (حضرت شیخ الحدیث اور ان کے خلفاء ۲ / ۱۰۴)

اس خلافت واجازت کا ہمارے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے حد درجہ پاس ولحاظ رکھا، نیز خلافت دینے کے بعد بھی حضرت شیخ رحمہ اللہ کی باطنی توجہات کا سلسلہ بند نہیں ہوا اور ہمارے حضرت برابر روبترقی رہے، اور حضرت شیخ قدس سرہ کے غائبانہ میں "کچے گھر" کی باغ و بہار کو برقرار رکھا، اور حضرت کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے طالبین ومسترشدین کی تربیت فرماتے رہے، چنانچہ حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"جب سے حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے حجاز مقدس کے اسفار شروع ہوئے ہیں اس قت سے الحمد للہ حضرت نور اللہ مرقدہ کی غیبت میں بہت اہتمام سے مجلس ذکر ہوتی ہے، اور رات کو ختم یٰسین اور اس کے بعد دعا بہت اہتمام سے ہوتی رہی، اور حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کو اس کی جب بھی اطلاعات ملیں مسرت وخوشی کا اظہار فرمایا اور دعاؤں سے نوازا۔

اس کے علاوہ جتنے رمضان حضرت نور اللہ مرقدہ کے سہارن پور سے باہر ہوئے اس میں بھی اس بندہ نے حضرت کے دیگر متعلقین کے ساتھ کوشش کی کہ حضرت کے طرز پر اعتکاف ورمضان کیا جائے، اور جب اس کی اطلاعات حضرت نور اللہ مرقدہ کو پہونچیں تو

بہت ہی مسرت کا اظہار فرمایا''۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ آپ بیتی میں ایک جگہ فرماتے ہیں: ''صبح کی نماز کے بعد میرے مکان پر ذکر کا سلسلہ ایک گھنٹہ تک ضرور رہتا تھا، اور میری غیبت میں سنتا ہوں کہ عزیز طلحہ کی کوشش سے ذاکرین کی وہ مقدار اگرچہ نہ ہو مگر ۲۰، ۲۵ کی مقدار روزانہ ضرور ہو جاتی ہے، میرے سہارن پور کے قیام کے زمانہ میں تو سو، سوا سو تک پہونچ جاتی تھی اور غیبت کے زمانہ میں بھی سنتا ہوں کہ چالیس پچاس کی تعداد عصر کے بعد جمعہ کے دن ہو جاتی ہے۔ (آپ بیتی نمبر ۷ ص ۱۲۷۳)

اسی طرح رمضان المبارک میں پابندی کے ساتھ اعتکاف کا سلسلہ جاری رہا، اور دارِ جدید کی مسجد نیچے کا حصہ مکمل پُر رہتا تھا، تین سے چار سو تک باضابطہ معتکفین ہوتے تھے، اور جز وقتی طور سے آنے جانے والوں کی تعداد تو بعض دفعہ اس سے دوگنی ہو جایا کرتی تھی۔

اندازِ تربیت: ہمارے حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''پیر'' علی الاطلاق تھے، اور بلاشبہ ان کو اپنے شیخ سے نسبتِ اتحادی حاصل تھی، اور پورے طور سے شیخ کے مشن کو لے کر چل رہے تھے، طالبین و سالکین کی تربیت کے لئے شیخ رحمہ اللہ کے افادات اصل بنیاد تھے، حضرت شیخ رحمہ اللہ کی روحانیت آپ کی جانب متوجہ تھی، چنانچہ آپ بھی طالبین کی اصلاح و تربیت حکیمانہ انداز سے موقع محل کے اعتبار سے کرتے تھے، کبھی نرم لہجہ، کبھی گرم ڈانٹ، کبھی شفقت بھری نگاہ، تو کبھی خشمگیں نظر، ہر طرح کا رخ اختیار فرماتے تھے۔

آپ کے متعلقین میں علماء کی بھی خاصی تعداد تھی، ان حضرات کی اصلاح کا طریقہ حضرت کے یہاں عموماً نرم، بل کہ ایک طرح سے اکرام کا رہتا تھا، ان کی علمی حیثیت وجاہ کا خیال رکھتے ہوئے خاموشی سے ان کی کمزوری پر متنبہ فرمادیا کردیتے تھے، مثلاً:

۱ــ کسی کے قول و فعل سے تکبر کی بو محسوس کرتے تو رسالہ ''ام الامراض'' ہدیہ میں عنایت فرماکر پڑھنے کی تلقین فرماتے۔

۲ ــ کسی میں معاملات کی بے احتیاطی محسوس فرماتے تو ''حقوق العباد کی فکر

کیجئے'' نامی رسالہ مؤلفہ حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہریؒ عنایت فرما دیتے۔

۳-علماء میں سے کسی کو تبلیغ کا مخالف محسوس کرتے، یا تبلیغ میں لگے ہوئے لوگوں میں سے کسی کو علم وذکر کے حوالے سے توہین کی حد تک برگشتہ محسوس فرماتے تو ''ملفوظات مولانا الیاس رحمہ اللہ''، یا ''الفرقان'' کا حضرت جی مولانا یوسف نمبر کتب خانے سے منگوا کر عنایت فرما دیتے، بل کہ تعلیم، تزکیہ اور دعوت وتبلیغ تینوں کام انجام دینے والوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کی غرض سے، اور یہ فضا بنانے کے لئے کہ تینوں کام دین کے ضروری شعبے ہیں؛ آپ نے ایک تبلیغی تھیلی بنا رکھی تھی جس میں مذکورہ دونوں کتابوں کے علاوہ ''مولانا الیاسؒ اور ان کی دینی دعوت''، ''تبلیغ دین کے اصول'' وغیرہ چند ایسی کتابیں ہوتی تھیں جن کے مطالعہ سے مدارس کے علماء ومدرسین، خانقاہوں کے طالبین ومسترشدین، اور مراکز کے ذمہ دارانِ تبلیغ ومبلغین تینوں طبقوں میں اعتدال کے ساتھ ایک دوسرے کے تعاون کا جذبہ پیدا ہو سکے۔

۴-آپ کی تربیت کا بنیادی طریقہ یہ تھا کہ مجلسِ ذکر اور مجلسِ تعلیم دونوں میں طالبین کی جانب توجہ تام مبذول رکھتے تھے، خاص طور سے سلوک کی کتاب کی جب تعلیم ہوتی تو پورے طور پر متوجہ الی اللہ ہو کر طالبین کی اصلاح کے حوالے سے اللہ تعالیٰ سے راز ونیاز کرتے ہوتے، بظاہر دیکھنے والا عام آدمی تو یہ سمجھتا کہ حضرت سو رہے ہیں، مگر کتاب کے دقیق مضامین کے باوجود غیر شعوری طور پر طالبین کے دل ودماغ پر ان کے جو اثرات مرتب ہوتے؛ طالبین وسالکین بیّن طور سے محسوس کرتے تھے کہ یہ حضرت کی توجہ باطنی کا اثر ہے۔

۵-چند روز مسلسل مجلس میں بیٹھنے کا یہ اثر بھی ہوتا تھا کہ طالب کے دل پر غیر شعوری طور سے توکل علی اللہ کی کیفیت غالب ہونے لگتی تھی، جس میں حضرت رحمہ اللہ کی باطنی کیفیت کے علاوہ آپ کے ذاتی ظاہری احوال، دنیا اور اہل دنیا کے ساتھ آپ کے مستغنیانہ برتاؤ کا خاص دخل ہوتا تھا۔

۶-منکر پر نکیر بھی آپ کی تربیت کا ایک نمایاں پہلو ہے، عوام میں سے جو لوگ ملنے آتے خواہ دنیاوی جاہ ومنصب کے اعتبار سے کتنے ہی بڑے ہوں اگر ان کی ڈاڑھی منڈی ہوتی، یا ایک

مشت سے کم ہوتی، یا سر پر انگریزی بال ہوتے؛ تو بلا کسی خوفِ ملامت اسے ٹوک دیتے، اولاً نرمی سے تنبیہ فرماتے، اگر وہ کچھ لیت ولعل اور حیلہ حوالہ کرتا تو ایک دم سخت ہوجاتے، بل کہ بعض دفعہ تھپڑ تک جڑ دیتے تھے، راقم الحروف نے بارہا یہ فرماتے سنا کہ: ''تبلیغ والوں کو فکر ہے کہ ڈاڑھی پر نکیر کرنے سے آدمی جو قابو میں آیا ہے نکل جائے گا، مدرسے والوں کو یہ فکر ہے کہ اگر تنبیہ کریں گے تو ان کا گراں قدر تعاون جو جاری ہے موقوف ہوجائے گا، مجھے یہ دونوں غم نہیں، آئے کوئی جائے کوئی، مگر آقا مدنی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس صورت سے منہ پھیر لیا مجھے وہ صورت ہرگز برداشت نہیں''، یہ سختی چوں کہ اخلاص پر مبنی ہوتی تھی اس لئے عموماً صاحب معاملہ کی زندگی میں حالاً یا مآلاً اس کا اثر ظاہر ہوکے رہتا تھا۔

۷ – آپ کے یہاں ضرورت مندوں کی حاجت براری کا بھی خاصا اہتمام تھا، صدقہ خیرات تو روز کا معمول تھا ہی، متعلقین میں سے جو کوئی معاشی تنگی کی شکایت کرتا، اسے تجارت کی تلقین فرماتے کہ اس میں برکت ہے، اور خود مکتبہ سے کتابیں کچھ مفت، کچھ ادھار سستی قیمت پر عنایت فرمادیتے کہ وہ بیچ کر نفع سے فائدہ اٹھائے، قرض مانگنے والوں کو قرض بھی دیتے اور پھر مدت کے اندر ہی مطالبہ بھی فرمالیا کرتے کہ وہ لاپرواہ نہ ہوجائے؛ اس طرح حقوق العباد کی ادائیگی کی تربیت دیتے تھے۔

تبلیغ میں عملی شرکت: جیسا کہ یہ بات گذر چکی کہ ہمارے حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ ہی کھولی تھی تبلیغ اور مبلغین کے ماحول میں، بل کہ بڑے بڑے صاحب دل مبلغین کی گودوں میں پروان چڑھے تھے، جس کا لازمی اثر یہ تھا کہ آپ نہ صرف تبلیغ کے حامی تھے؛ بل کہ عملی طور سے متعدد دفعہ تبلیغ میں نکلے بھی، حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی تبلیغ سے یہ دلچسپی حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے منشا اور اشارے کے مطابق تھی، چنانچہ فرماتے ہیں:

''بارہا تبلیغی اجتماعات میں شرکت پر تحریری اور زبانی مسرت کا اظہار فرمایا، اور میرے اجتماعات میں جانے پر اوروں کے نام خطوط میں بھی مسرت کے ساتھ دعائیں تحریر

فرمائیں، حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے مدینہ طیبہ آجانے کے بعد علاقہ کے ہر اس اجتماع میں جس میں بھائی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہ کی شرکت ہوتی بندہ کی شرکت بھی ضرور ہوتی، اس کے علاوہ دور دور کے اجتماعات میں بھی شرکت رہی ہے‘‘۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ نے بھی اپنی آپ بیتی (ص ۱۳۴۵) میں اس کا ذکر فرمایا ہے: ’’۲۴ / تا ۲۶ / دسمبر سنہ ۷۷ء الہ آباد میں اجتماع ہوا، جس میں مولوی عبید اللہ کی طلب پر طلحہ وشاہد بھی گئے، آخری تقریر شاہد کی ہوئی، دو ہفتہ کا یہ سفر رہا جس میں مختلف جگہوں کا دورہ ہوا، اھ۔

جیسا کہ اوپر ذکر آچکا کہ حضرت شیخ رحمہ اللہ کے جیتے جی آپ کے غائبانہ میں، اور وفات کے بعد سے تادمِ واپسیں دار جدید کی مسجد میں پورے رمضان المبارک کے اعتکاف کا معمول آپ نے بنا لیا تھا، اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کے طرز پر تمام معمولات انجام دیئے جاتے تھے، چنانچہ تحریکِ تبلیغ کو قوت پہونچانے اور اپنے متعلقین کو اس طرف متوجہ کرنے کی غرض سے ہر سال دوسرے عشرہ کے ختمِ قرآن کے موقع پر مرکز نظام الدین سے وفد بلانے کا اہتمام فرماتے تھے، جس میں خانقاہ کے مقیمین کے علاوہ شہر و اطراف سے ایک بڑا مجمع اکٹھا ہو جاتا تھا، عموماً حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب یا کسی زوردار بیان کرنے والے داعی کا بیان ہوتا، تشکیل ہوتی اور کثیر تعداد میں جماعتیں نکلتی تھیں، ایک مرتبہ ناچیز راقم الحروف بھی آخری عشرہ کے لئے حضرت کی اجازت سے جماعت میں نکلا۔

اسی طرح حضرت رحمہ اللہ کی خواہش ہوتی تھی کہ اِدھر کو آنے والی تبلیغی جماعتیں بھی ایک دو روز کے لئے خانقاہ میں آئیں، یہاں کے معمولات میں شریک ہوں، تاکہ تزکیہ اور ذکر اللہ کی اہمیت کا انھیں بھی احساس ہو، بل کہ باقاعدہ آپ نے حضرات ذمہ داران سے کہہ بھی رکھا تھا کہ جماعتوں کو یہاں بھیجا کریں، چنانچہ یہ سلسلہ بھی برابر باقی رہا۔

تبلیغ کا کام اس کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کے قائم کردہ خطوط پر چلتا رہے، اس سے انحراف نہ ہونے پائے، اور فتنۂ وانتشار کا شکار نہ ہو حضرت پیر صاحب

رحمہ اللہ کو اس کا بہت فکر رہتا تھا، اس کے لئے متعدد پرانے مبلغین و ذمہ داران کو متوجہ بھی کرتے رہتے تھے اور کسی کے متعلق کوئی شکایت موصول ہوتی تو ذاتی طور پر فہمائش کی بھی کوشش کرتے اور اس کے لئے سراپا دعا بنے رہتے تھے، بندہ راقم الحروف نے اس سلسلہ میں حضرت کی بیتابی و بے چینی کا بارہا مشاہدہ کیا ہے۔

مدارس خصوصاً مظاہر علوم کی سرپرستی: ہمارے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ چوں کہ ایسے خانوادے کے چشم و چراغ تھے جو دین کے مختلف شعبوں کی خدمت سے براہ راست جڑا ہوا تھا، مختلف نظریات کے حاملین سے برابر کا نہ صرف تعلق بل کہ سب کے ساتھ نبھاؤ میں اپنی مثال آپ تھا، چنانچہ آپ کا ''کچا گھر'' مشترکہ پلیٹ فارم سے موسوم تھا، بعض حضرات جنھیں قریب سے اس خانوادے کو دیکھنے کا موقع نہیں ملا ان کے ذہن میں یہ بات آسکتی ہے کہ حضرت مولانا محمد طلحہ صاحب صرف ایک صوفی منش، اللہ اللہ کرنے والے گوشہ گیر انسان تھے، حالاں کہ آپ مدارس اسلامیہ کے عظیم کردار کے نہ صرف قائل تھے، بل کہ مدارس کی عملی سرپرستی بھی فرماتے تھے، اس حوالے سے ہمارے حضرت کی زندگی کا سب سے عظیم باب مدرسہ مظاہر علوم کے بحرانی دور میں نہ صرف سرپرستی، بلکہ اس کی نظامت کی ذمہ داری ہے، اپنی افتادِ طبع کے خلاف اکابر کے قائم کردہ شجرِ علمِ دین کی محض بقاء وتحفظ کی خاطر اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر مردانہ وار میدان میں آگئے، اور سیکریٹری شپ (نظامت) کا عہدہ بھی قبول فرما لیا، اور جب تک حالات تشویشناک رہے اس وقت تک یہ ذمہ داری نبھاتے رہے، بعد میں حالات معمول پر آگئے تو یہ عہدہ و ذمہ داری دوسروں کے حوالہ فرما کر کنارہ کش ہو گئے۔

آپ کے والد گرامی قدر حضرت مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد ان کی جگہ پر مجلس سرپرستان مدرسہ مظاہر علوم نے ۲۰ / شوال سنہ ۱۴۰۲ھ، مطابق ۱۰ / اگست ۱۹۸۲ء میں آپ کو باضابطہ مدرسہ کا سرپرست (رکن شوریٰ) تجویز کیا، پھر ۱۲ / جمادی الثانیہ سنہ ۱۴۰۵ھ، مطابق ۵ / مارچ ۱۹۸۵ء کو مجلس نے جب مدرسہ کے دستور کا باقاعدہ رجسٹریشن کرانا

منظور کیا؛ آپ کو مدرسہ کا سکریٹری نامزد کیا گیا، جس کی سرکاری طور پر منظوری ۱۳/۳/۸۷ء کو عمل میں آئی، متواتر پانچ سال تک اس عہدۂ جلیلہ پر فائز رہ کر آپ مدرسہ کی خدمت انجام دیتے رہے، تا آں کہ ماہ شوال سنہ ۱۴۱۳ھ، مارچ ۱۹۹۳ء میں خود سے مستعفی ہوئے، یہ بڑے مشکل حالات تھے، آپ کی عزت وجاہ کو خاک میں ملانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی، بعض بڑے اور مخلص بزرگوں نے آپ کو شروع ہی سے مدرسہ کے نزاعات سے علیٰحدگی اور کنارہ کشی کا مشورہ دیا؛ لیکن آپ نے صرف اور صرف اخلاص وللّٰہیت کی بناء پر ادارہ کے بقاء، تحفظ اور ترقی کی خاطر اپنے کو اس جوکھم میں ڈالا، اور حالات درست ہونے کے بعد اپنے آپ کو عہدہ سے الگ فرمالیا، اور صرف سرپرستی کی حد تک اپنے کو محدود رکھا، اس کے بعد بھی اپنے متعلقین کو ادارہ کے تعاون اور خدمت کی جانب برابر متوجہ فرماتے رہے، اگر خدانخواستہ کوئی ذاتی یا مادی غرض مقصود ہوتی تو مکمل قابو یافتہ ہونے کے بعد عہدہ سے ہرگز علیحدہ نہ ہوتے۔

اسی طرح سنہ ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۰۰۷ء میں آپ کو ام المدارس دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کا رکن منتخب کیا گیا، جس کو آپ نے جب تک کہ معذوری سے دوچار نہیں ہوئے بحسن وخوبی نبھایا، اور تادم واپسیں آپ دونوں عظیم مراکز علمی کے رکن رہے، اس کے علاوہ بھی آپ بہت سے اہم مدارس ومعاہد کے سرپرست رہے۔

قیامِ مکاتب کی تحریک: ہمارے حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قیام مکاتب سے نہ صرف دلچسپی، بل کہ ایک دُھن سی تھی، اور یہ چیز انھیں حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کی ترغیب سے حاصل ہوئی تھی، چنانچہ خود فرماتے ہیں:

''حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کو بندہ کے بارے میں یہ حسن ظن تھا کہ مکاتب قرآنیہ سے اس کو لگاؤ ہے، اسی وجہ سے بعض مواقع پر حضرت قدس سرہ نے بعض مکاتب کی سرپرستی خود طے فرمائی، اور بعض مکاتب والوں نے بندہ کے ذمہ سرپرستی کی تو اس کو حضرت نے تصویب کے ساتھ بنظر استحسان دیکھا''۔ (حضرت شیخ اور ان کے خلفاء ۲/۱۰۶)

پھر تو حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے قیام مکاتب کو ایک مہم بنالیا، مدارس کے ذمہ داروں کو اس مضمون کے خطوط لکھے کہ عام مسلمانوں میں دین کے موٹے موٹے احکام سے ناواقفیت اور بیرونی طاقتوں کی سازشوں سے دین بیزاری کا ماحول بنتا جارہا ہے،لوگ ارتداد، یا گمراہ اسلامی فرقوں کی زد میں آتے جارہے ہیں، اس کا مقابلہ اگر کیا جاسکتا ہے تو گلی گلی، کوچے کوچے صباحی مسائی مکاتب کے بکثرت قیام سے کیا جاسکتا ہے، علاقوں کے بڑے اور مرکزی مدارس اپنے مدرسہ میں قیام مکاتب کا باقاعدہ شعبہ قائم کریں، چنانچہ حضرت چوں کہ دونوں مرکزی اداروں دارالعلوم دیوبند، اور مظاہر علوم سہارن پور کے ممبر شوریٰ تھے، اس لئے زور دے کر دونوں جگہ باقاعدہ قیام مکاتب کا شعبہ قائم کرایا، اور الحمد للہ دونوں اداروں میں یہ شعبہ مسلسل سرگرم عمل ہے، اور دونوں اداروں کی جانب سے ایسی جگہ جہاں مسلمان اقتصادی و دینی اعتبار سے کمزور ہیں باقاعدہ مکاتب کے قیام، ان کے سرپرستی و دیکھ ریکھ کا کام جاری ہے۔

اسی طرح حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ اپنے پاس آنے والے مہمانوں میں سے جس کسی کو اس لائق سمجھتے یا جو مہمان کسی ایسی جگہ کے ہوتے جہاں سے ارتداد، یا فرق باطلہ کی سرگرمیوں کا آپ کو علم ہوتا؛ انھیں خاص طور سے مکاتبِ دینیہ کے قیام کی تاکید فرماتے تھے، اس سلسلہ میں حضرتؒ کی دلی تڑپ، کڑھن اور بے تابی کا اندازہ کرنے کے لئے رسالہ ’’مکاتب دینیہ کی اہمیت‘‘ کا مطالعہ کیا جائے۔

تصنیف وتالیف: ہمارے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ بذاتِ خود تصنیف نہیں فرماتے تھے، لیکن امت کی فلاح وبہبود کے پیش نظر اپنے متعلقین سے وقتاً فوقتاً لکھواتے ضرور تھے، اور بہت کچھ لکھوا ڈالا جوان شاء اللہ، اللہ پاک کے یہاں حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی حسنات اور نامۂ اعمال میں درج ہوگا۔

ناچیز راقم الحروف کو شوال سنہ ۱۴۱۶ھ میں مظاہر علوم میں شعبہ تخصص فی الحدیث کی خدمت پر مامور کیا گیا، عم بزرگوار حضرت مولانا زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی

سر پرستی میں بندہ نے کام شروع کردیا، بیعت وارادت کا تعلق بھی ان ہی سے تھا، چنانچہ آپ کے ہمراہ حضر پیر صاحب رحمہ اللہ کی صبح وشام کی مجلسوں میں حاضری بھی ہونے لگی، حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے اپنی نظر شفقت سے بندہ کو بہت قریب کرلیا، کسی کتاب کا مقدمہ، کسی کو طویل خط، یا کسی موضوع پر مستقل کچھ لکھوانے کا تقاضا ہوتا تو ناچیز راقم الحروف کو لکھنے کا حکم فرماتے اور اہم مندرجات زبانی بتلا دیتے، بندہ اپنی بساط کے موافق مرتب انداز میں لکھ کر پیش کردیتا، پھر سنہ ۱۴۲۱ھ میں بندہ دارالعلوم دیوبند منتقل ہوگیا، اس کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری رہا، اس طرح متعدد مضامین آپ کی جانب سے لکھے ہوئے جمع ہو گئے، جن میں بہت سے احقر کے پاس محفوظ بھی ہیں، اسی طرح دیگر حضرات علماء سے بھی حضرت نے متعدد کتابیں لکھوائی ہیں، خاص خاص کچھ کام ذیل میں پیش کیے جارہے ہیں:

۱ — حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کے دل میں اپنے دادے ابا حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کی سوانح عمری لکھوانے کا شدید داعیہ پیدا ہوا؛ کیوں کہ حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی شخصیت سازی میں فضل خداوندی کے بعد ان کا ہی اصل کردار رہا ہے، اس کے لئے انھوں نے علاقہ کے ایک باصلاحیت نوجوان عالم جناب مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی زید مجدہ سے فرمائش کی، مولانا نے اپنی سعات مندی سمجھتے ہوئے "سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی" تصنیف فرمائی، جو حضرت رحمہ اللہ کے مقدمہ کے ساتھ سنہ ۱۹۹۸ء میں مکتبہ یحیوی سے طبع ہوئی۔

۲ — حضرت شیخ رحمہ اللہ کی آپ بیتی ایک کرشماتی کتاب ہے، اس میں شیخ کے ذاتی احوال وکوائف کم اور دوسرے بزرگوں کے حالات، ملفوظات، مکتوبات، علمی، تاریخی اور سلوکی مواد زیادہ ہے، اس کے جو ایڈیشن اب تک دستیاب تھے وہ کچھ اچھی کتابت وطباعت کے نہیں تھے، حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کی خواہش تھی کہ آپ بیتی عمدہ کتابت اور

دیدہ زیب طباعت کے ساتھ منظر عام پر آجائے، چنانچہ مولوی نسیم قاسمی سیتاپوری جو اچھے خوش نویس ہیں ان سے کتابت کروائی گئی، حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے بندہ کو تصحیح پر مامور فرمادیا، حضرت کی غیر معمول دلچسپی اور کتاب کی موسوعی شان کو دیکھتے ہوئے بندہ نے اضافی خدمت کے طور پر مختلف انداز سے اس کی تفصیلی فہرست بھی بنادی، جس میں محنت تو ضرور لگی مگر کتاب کے مشمولات سے استفادہ بہت آسان ہوگیا، اور شیخ رحمہ اللہ کے منتسبین میں بہ نظر استحسان دیکھی گئی، یہ کام بھی حضرت رحمۃ اللہ کی برکات وحسنات کی اہم کڑی ہے۔

۳ — خانوادۂ مدنی سے خانوادۂ شیخ الحدیث کے جو گہرے تعلقات تھے وہ علمی ودینی حلقوں میں معروف ہیں، حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کی ''شخصیت وخدمات'' پر ایک معیاری سمینار منعقد ہوا، حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے بندہ کو کچھ خاص خاص نکات بتا کر فرمایا کہ میری طرف سے ایک مضمون لکھ دے، چنانچہ احقر نے حضرت کے بتائے ہوئے مواد کو مرتب کرکے ''حضرت مولانا سید اسعد مدنی میرے والدؒ کی نظر میں'' کے عنوان سے ایک مقالہ لکھ دیا جو سیمنار میں پیش کیا گیا اور پسند بھی کیا گیا۔

۴ — حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی مقبول ترین اور نافع ترین کتاب ''فضائل اعمال'' جو تبلیغی نصاب کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کتاب متعدد رسائل پر مبنی ہے، جن میں سے بعض تو حضرت جی مولانا الیاس رحمہ اللہ، بعض حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ اور بعض شاہ یٰسین نگینوی رحمہ اللہ کی فرمائش پر لکھے گئے ہیں، ان رسائل کو حضرت جی مولانا یوسف رحمہ اللہ نے دعوت وتبلیغ میں نکلنے والے احباب کی تربیت کے لئے بطور نصاب تجویز فرمایا ہے، چنانچہ اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی تالیف فرمودہ فضائل قرآن مجید، فضائل نماز، فضائل تبلیغ، فضائل ذکر، فضائل صدقات حصہ اول ودوم، فضائل رمضان، فضائل حج (ایام حج اور رمضان میں) اور مولانا احتشام الحسن صاحب کاندھلوی کی

''مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج'' صرف یہ کتابیں ہیں جن کو اجتماعی تعلیم میں پڑھنا اور سننا ہے''اھ۔(ملاحظہ ہو :الفرقان لکھنؤ کا حضرت جی نمبر بنام ''تذکرہ حضرت جی''ص ۱۰۲)

حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے احقر راقم الحروف کو حکم دیا کہ ''فضائل اعمال'' کی اہمیت وافادیت پر مشتمل ایک مضمون لکھ دے جسے مخصوص ذمہ دارانِ تبلیغ کے پاس بھیجا جائے تاکہ تبلیغی حلقوں میں اس کتاب کی اب تک جو حیثیت رہی ہے اس کے باقی رکھنے کی جانب وہ توجہ دیں، پھر اس مضمون کو جو کہ ایک طویل خط کی شکل میں تھا حضرت نے اپنے دستخط سے متعدد حضرات اعیانِ تبلیغ کو بھیجا بھی، یہ مضمون حضرات علماء کرام،اور قابلِ قدر ذمہ داران تبلیغ کے لئے ایک خاصی توجہ طلب چیز ہے۔

علالت ووفات : تقریباً سات مہینے پہلے ۹ / دسمبر ۲۰۱۸ء مطابق یکم ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ کو حضرت عمرہ کے سفر پر تشریف لے گئے،خدام میں سے برادرم مولانا محمود رومؔی اور برادرم جناب مولانا محمد اویس گجراتی صاحبان ساتھ تھے، جہاز میں طبیعت خراب ہونی شروع ہوگئی تھی، کچھ ہلکا سا ہارٹ اٹیک تھا،مکہ معظّمہ پہونچ کر مستشفیٰ ''النور''میں داخل کرائے گئے،اورسات روز میں الحمدللہ طبیعت معمول پر آ گئی،اور ہسپتال سے چھٹی مل گئی، سات روز کعکیہ میں اپنے عزیز جناب مولانا حشیم صاحب کے مکان پر قیام فرمایا، پھر ساتویں روز اچانک فالج کا حملہ ہوا جس کی وجہ سے داہنا پہلو مکمل طور سے متاثر ہوگیا تھا،اور غشی کی سی کیفیت میں دوبارہ اسی ''النور'' ہاسپیٹل میں داخل کرائے گئے،طبیعت میں کچھ بہتری آئی تو ڈاکٹر کے مشورہ سے مدینہ منورہ زادہا اللہ شرفاً وکرامۃ لے جائے گئے،مدینہ منورہ میں جناب مولانا محمد لقمان مکی صاحب خواہر زادہ حضرت مولانا ملک عبدالحفیظ مکیؒ کے مکان پر قیام ہوا، ساتھ آئے ہوئے دونوں خدام کے علاوہ مولانا لقمان،مولانا ملک عبدالوحید مدنی برادر ملک عبدالحفیظ مکیؒ،جناب مولوی ہیثم مکی صاحبان وغیرہ حضرات خدمت میں لگے رہے،اورالحمدللہ مدینہ منورہ کی پاک فضاء نے حضرت کی صحت یابی میں کافی اثر کیا،اور تقریباً دو ہفتے میں حضرت اس لائق ہوگئے کہ روضۂ اقدس پر صلاۃ وسلام کے

لئے حاضری کی ہمت ہوگئی، اور پھر وقتاً فوقتاً حاضری اور نماز کے لئے حرم شریف جانے کا سلسلہ شروع ہوگیا اور دھیمی رفتار سے ہی سہی طبیعت رو بہ صحت رہی۔

فالج کی وجہ سے خود توحس وحرکت سے معذوری تھی، ہاتھ پاؤں میں حرکت بہت مشکل سے ہوپاتی تھی، بولنا بھی موقوف ہوگیا تھا، زبان سے سلام کا جواب دیتے بل کہ کچھ نہ کچھ فرماتے بھی تھے، مگر بہت قریب کان لگانے اور غور کرنے پر ہی کچھ کچھ سمجھ میں آتا تھا، اور اسی حال میں غالباً ۲۶/ اپریل ۲۰۱۹ء کو ہندوستان واپسی ہوئی، خدام، متوسلین اور متعلقین حضرات حسب سہولت حاضری دیتے رہے۔

بندہ راقم سطور امتحان سالانہ کی ذمہ داریوں اور مصروفیات کی وجہ سے فوری طور پر حاضر نہ ہوسکا، ایک ہفتہ بعد حاضر خدمت ہوا، اس سال چوں کہ احقر کا مکمل رمضان المبارک آمبور (مدراس) میں گذارنا طے تھا کیوں کہ وہاں حضرت کے ارشاد کے مطابق ذکر کا نیا سلسلہ شروع ہونا تھا، اس لئے سفر میں روانہ ہونے سے پہلے حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں ۲/ مئی، مطابق ۲۷/ شعبان جمعرات کو حاضر ہوا، ملاقات ومصافحہ کے دوران اچھی طرح دیکھا اور پہچانا بھی، پھر احقر نے اپنے پروگرام سے مطلع فرمایا تو مسرت کا اظہار فرمایا اور دعاؤں سے نوازا، آواز تو نہیں آئی مگر زبان کی حرکت سے واضح طور پر محسوس ہوا، الحمد للہ حضرتؒ کی دعا وتوجہ کے اثرات بین طور پر پورے ماہِ مبارک میں محسوس ہوتے رہے۔

اس سال رمضان المبارک میں حضرت کی معذوری کی وجہ سے خانقاہ میں موجودگی ظاہری طور پر بہت کم رہی، تاہم آپ کی باطنی توجہات، دعائیں اور نفحاتِ طیبہ تشنہ کامانِ معرفت کے لئے آب زلال سے کم نہیں تھیں۔

۲۳/ جولائی سنہ ۲۰۱۹ء کو طبیعت زیادہ خراب ہونے کی وجہ سے آنند ہاسپیٹل میرٹھ کے سخت نگہداشت والے شعبہ آئی سی یو میں داخل کیے گئے، تنفس کی وجہ سے تکلیف زیادہ تھی، ۲۵/ جولائی تا ۲/ اگست مسلسل بے ہوشی رہی، اسی دوران احقر راقم سطور اور جناب

مولانا نیاز الدین اصلاحی بھی عیادت کے لئے حاضر ہوئے، بل کہ اسی دن مفتی محمود صاحب بلند شہری اور حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب مدظلہ بھی تشریف لے گئے تھے، آٹھ دن بعد ہوش آیا، تنفس کی وجہ سے تکلیف بڑھ گئی تھی، ڈاکٹروں نے وینٹی لیٹر لگادیا، جو ۸/تاریخ کو طبیعت کی بہتری دیکھتے ہوئے نکال دیا گیا، ۹ تا۱۱ر تین روز طبیعت اچھی رہی۔

اورآج ۱۲/اگست سنہ ۲۰۱۹ء اور ۱۰/ذی الحجہ سنہ ۱۴۴۰ھ عیدالاضحیٰ کی صبح ہے، سعادت مند خدام جنہوں نے اپنی بے پناہ محبت وفنائیت کی بنا پر، ذاتی تقاضوں کو قربان کرکے اپنے آپ کو حضرت رحمہ اللہ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا، عزیزان جناب مولانا اویس گجراتی، مولانا محمود رومیؔ حفید حضرت مولانا عبدالحلیم جونپوری رحمہ اللہ، مفتی اسحاق راندیری اور مولوی ہیثم بن مولانا طاہر مکی، چاروں نمازِ عید کی تیاری کرکے حاضرِ خدمت ہوئے، حضرت کافی ہشاش بشاش نظر آرہے تھے، ایسا لگتا تھا کہ آج حضرت کی عید سے بڑھ کر بھی کوئی عید ہونے والی ہے، خدام نے اجازت چاہی اور نماز عید کی ادائیگی کے لئے روانہ ہوگئے، میرٹھ کے متوسلین ومتعلقین میں سے بھائی ارشد وغیرہ نے ان احباب کی ضیافت کا نظم کر رکھا تھا، چنانچہ یہ لوگ فارغ ہوکر تقریباً ایک بجے واپس ہوئے، اور حضرت کی زیارت کرکے تین ساتھی تو قیلولہ کی نیت سے اپنے کمرے میں چلے گئے، مفتی اسحاق وہیں ٹھہر گئے، تھوڑی ہی دیر میں مفتی اسحاق نے دیگر ساتھیوں کو فون کرکے بلالیا کہ حضرت کی طبیعت گر رہی ہے، بھاگتے ہوئے سب آگئے، مولوی اویس اور مولوی اسحاق میں سے ایک نے سورۂ یٰسٓ پڑھنی شروع کردی، دوسرے نے سورۂ رحمن، اور مولوی محمود نے ذکر بالجہر شروع کردیا، اُدھر سورۂ یٰس ورحمن پوری ہوئیں اور اِدھر طائر روح اپنے قفسِ عنصری سے پرواز کرگیا، جی ہاں آج کے دن لوگ تو جانوروں کی قربانی پیش کرکے اپنے رب کے حضور عشق وفنائیت کا مظاہرہ کررہے ہیں، اور ایک عاشق شیدا بے تابانہ طور پر اپنی روح کا ہی نذرانہ اپنے محبوب پر نچھاور کرکے ہمیشہ کا سکون حاصل کررہا ہے۔ بل کہ بزبانِ حال حضرت مولانا محمد احمد پرتاپ گڈھی رحمہ اللہ کے یہ شوقیہ اشعار گنگناتا ہوا بڑھ کر اپنے محبوب حقیقی کے آغوش میں جا پڑتا ہے:

چلو خوشی سے خدا کے بندو! وہ اپنے در پر بلا رہے ہیں
میں ان پہ صدقے، میں ان پہ قرباں، مئے محبت پلا رہے ہیں
بچھے تھے کانٹے جو راہ میں وہ کرم سے اپنے ہٹا رہے ہیں
پہونچ ہی جائیں گے ان کے در پر کہ اب وہ خود ہی بلا رہے ہیں

اور دیکھتے ہی دیکھتے جان نثار خدام اور نہ جانے کتنے مسترشدین ومتوسلین کو داغِ مفارقت دے کر راہی ملک بقاء ہو گئے، اور خدام غالب کے اس شعر کی تصویر بنے تکتے رہ گئے:

جاتے ہوئے کہتے ہیں قیامت میں ملیں گے
کیا خوب! قیامت کا بھی ہوگا کوئی دن اور؟

رحمہ اللّٰہ رحمةً واسعةً، وأنزله بحبوحة جنته، وأكرم نزله ووسع مدخله مع النبيين والصديقين والشهداء والصالحين، وحسن أولئك رفيقا، آمین۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ان دوستوں کو جنھوں نے شب وروز حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ہر طرح سے خدمت انجام دی؛ جملہ برادرانِ طریقت اور حضرت کے متوسلین واعزاء کی جانب سے دونوں جہان میں بہترین بدلہ مرحمت فرمائے، ان خدام میں جناب مولانا جمال الدین چمپارنی اور گجرات سے تعلق رکھنے والے مفتی فرید یونس دیولوی اور مولوی مجاہدالاسلام سورتی بھی ہیں جو اگر چہ وفات کے وقت موجود نہیں تھے، مگر ان کی عرصۂ دراز کی خدمات انتہائی قابل قدر ہیں، اللہ تعالیٰ ان جملہ خدام کی خدمتوں کو قبول فرمائے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ روحانی سے انھیں مالامال فرمائے ان کے ذریعہ حضرت کا سلسلہ دوررس اور دیرپا بنائے کہ دن رات ایک کر کے انھوں نے نہ صرف خدمت کی، بل کہ خدمت کا حق ادا کر دیا۔

نماز جنازہ کے سلسلہ میں حضرت مولانا سید محمد عاقل صاحب، حضرت مولانا سید محمد سلمان صاحب اور حضرت مولانا سید محمد شاہد صاحب مدظلہم اور بھائی خالد منیار صاحب وغیرہ کے مشورہ سے طے پایا کہ چوں کہ لوگ دور دور سے آنے کی کوشش کریں گے اور تدفین میں جلدی کرنے کا حکم شرعی ہے اس لئے رات میں ہی گیارہ بجے جنازے کی نماز ہو اور اسی وقت تدفین عمل میں آجائے۔

حضرت کی میت عصر کے قریب میرٹھ سے کچے گھر پہونچ گئی، غسل کی تیاری ہوئی، غسل میں حضرت مولانا محمد سلمان صاحب مدظلہ، مولانا محمد شاہد صاحب مدظلہ، ودیگر اعزاء واقارب، نیز حضرت مولانا مفتی مقصود صاحب مدظلہ، جناب مفتی محمد شعیب صاحب، بھائی خالد منیار صاحب اور حضرت پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خدام جو موقع پر موجود تھے، راقم الحروف اور مولانا نیاز الدین اصلاحی صاحب بھی پہونچ گئے تھے، مغرب سے پہلے جنازہ مدرسہ مظاہر علوم کی زکریا منزل پہونچا دیا گیا، جہاں ہزاروں عقیدت مندوں نے قطاریں لگ کر آخری دیدار کیا، یہ سلسلہ دس بجے تک چلتا رہا، پھر حاجی شاہ کمال کے وسیع وعریض میدان میں نماز جنازہ کے لئے پہونچا دیا گیا۔

خانوادۂ مدنی سے پشتینی گہرے تعلق کی بنا پر تینوں مذکورہ حضرات اکابر کا مشورہ ہوا کہ جنازہ کی نماز حضرت مولانا سید ارشد صاحب مدنی پڑھائیں، کیوں کہ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہ کے جنازے کی نماز حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے پڑھائی تھی، حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی رحمہ اللہ کی نماز جنازہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ نے پڑھائی تھی، اور حضرت مولانا سید ارشد مدنی دامت برکاتہم سے حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ کو خصوصی لگاؤ بھی تھا۔

گیارہ بجے جنازے کی نماز ہوئی، عیدالاضحیٰ کا دن، لوگ قربانیوں کے لوازمات میں مصروف، اگلے روز بھی جا کر قربانیاں دینی ہیں، مدارس اسلامیہ کی تعطیل ہے، طلبہ وکارکنان اپنے اپنے وطن گئے ہوئے ہیں، اس کے باوجود شہر واطراف بل کہ دور دور سے اتنی کثیر تعداد میں مجمع اکٹھا ہو گیا کہ قبرستان حاجی شاہ کمال کی آخری مغربی دیوار کے پاس جنازہ رکھا گیا اور پورا میدان بھر کر باہر سڑک پر دور تک صفیں لگ گئیں، یہ عنداللہ مقبولیت کی علامت ہے۔

نماز جنازہ کے بعد آپ کے دادے ابا حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ کے پہلو میں تدفین عمل میں آئی، جہاں اکابر مظاہر علوم میں حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سابق ناظم مدرسہ، حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب سابق ناظم مدرسہ، اور حضرت مولانا محمد یونس صاحب جون پوری وغیرہ رحمہم اللہ کی بھی قبریں ہیں۔ع : خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

مرثیہ

حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلویؒ

نتیجۂ فکر ولی اللہ ولی قاسمی بستوی 9823346318

پیر طلحہ چل بسے ہیں جانبِ دارِ بقا
جو محبِّ مصطفیٰ تھے اور تھے مردِ خدا

جب مکمل ہوگئی ان کی حیاتِ مستعار
تو جہاں سے چل بسے وہ جانبِ پروردگار

اعلیٰ علّیّین میں وہ ہو گئے جا کر مقیم
روزِ محشر پائیں گے وہ سایۂ عرشِ عظیم

تھے وسیع الظرف، حلم وصبر کے خوگر رہے
اور تسلیم و رضا کا اک حسیں پیکر رہے

دانش وفکر و تدبر میں رہے ہیں طاق وہ
خیر کے کاموں میں تھے اک صاحبِ انفاق وہ

رہ روانِ حق کے تھے وہ رہنمائے باوقار
عالمانِ عہدِ حاضر کے تھے پائے اعتبار

وہ بڑے ہی نیک سیرت، نیک خو انسان تھے
اور تھے پابندِ سنت، صاحبِ عرفان تھے

صاحبِ مہر و وفا تھے اور کامل متقی
تھے ملنسار و کریم و نیک دل، مردِ ذکی

تھے اکابر کے چہیتے، تھے اصاغر پر شفیق
اور اہلِ علم وفن کے وہ رہے بہتر رفیق

ذکر کے موتی بکھیرے تھی سدا ان کی زباں
اور سارے لوگ تھے ان کے نہایت قدرداں

پیر کا وہ دن رہا جب جانبِ جنت گئے
بارگاہِ کبریا سے طالبِ رحمت ہوئے

دسویں ذی الحجہ رہی سن چودہ سو چالیس تھا
بارہ تاریخِ اگست و دوہزار انّیس تھا

رات میں گیارہ بجے تدفین کا تھا اہتمام
ارشدِ مدنؔی رہے ان کے جنازے کے امام

تھا جنازے میں بڑا موجود اک جمِّ غفیر
اور تدفینی عمل میں بھی تھی تعدادِ کثیر

جو کمالؔ شاہ قبرستاں، سہارنپور ہے
اولیاء کا جو ہے مدفن، خطّۂ معمور ہے

ہے ولؔی کی یہ دعا مرحوم کو جنت ملے
اور سرکارِ دو عالم کی انہیں قربت ملے

ان کی تربت پر زمانہ فاتحہ خوانی کرے
رحمتِ باری قیامت تک نگہبانی کرے